دارالاشاعت خانقاہ مجیبیہ • پھلواری شریف پٹنہ

اپریل - مئی - جون 2019

ISSN 2320-8600

سہ ماہی مجلہ

المجیب

پھلواری شریف پٹنہ

مدیر

ڈاکٹر شاہ فتح اللہ قادری

مسودے دیجئے.....................................کتابیں لیجئے

صائمہ پبلی کیشن

احمد مارکیٹ، لنگرٹولی، دریاپور، پٹنہ۸۰۰۰۰۴

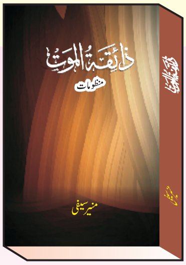

رعایتی شرح میں

انگریزی، ہندی اور اُردو کمپوزنگ

و

ڈیزائننگ کے ساتھ

کتابوں و میگزین کی طباعت کے لئے

صائمہ پبلی کیشن سے رابطہ کریں۔

—— منیجر

Saima Publication
Dariyapur, Ahmad Market, Patna-4
Cont. 9835076367

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ھو الغفور المجیب ولی النعم

اہل حق کا ترجمان اور امن وسلامتی کا پیامبر

سہ ماہی

المجیب

پھلواری شریف پٹنہ

دینی، علمی وادبی مجلہ

ماہ : شعبان المعظم — شوال المکرم ۱۴۴۰ھ

ماہ : اپریل — جون ۲۰۱۹ء

مدیر : ڈاکٹر شاہ فتح اللہ قادری

نائب مدیر : ظفر حسنین

جلد نمبر ۵۹ ✦ شمارہ نمبر ۲

زر تعاون

فی شمارہ	:	-/40روپے
سالانہ	:	-/150روپے
سادہ ڈاک	:	-/200روپے
رجسٹری ڈاک	:	-/400روپے
پاکستان وبنگلہ دیش	:	-/500روپے
دیگر ممالک	:	-/25$امریکی ڈالر

مجلس ادارت

مولانا شاہ بدر احمد مجیبی

مولانا محمد منہاج الدین مجیبی

پروفیسر حافظ فضل کبریا صدیقی

پروفیسر سید محمد اسد علی خورشید

محمد فصیح الدین عاصم قادری زینبی

سرکولیشن منیجر : محمد مقصود عالم مجیبی

مراسلت وترسیل زر کا پتہ

رابطہ : +91-9006306098

ایڈیٹر "المجیب" دارالاشاعت خانقاہ مجیبیہ پھلواری شریف پٹنہ (بہار)

فون نمبر : E-mail : almujeebquarterly@gmail.com, (0612) 2555572, Telefax : 2555305

فہرست مضامین

• **لمعات**	ظفر حسنین	۳

مضامین و مقالات

• عید میلاد النبی ﷺ کتاب وسنت اور علماے سلف......	جناب حضور مولانا شاہ محمد آیت اللہ قادری مدظلہ العالی	۶
• شاعر رسول ﷺ: حضرت حسان ؓ بن ثابت	سید محمد نیر رضوی	۲۶
• مسلمانان ہند کی معاشی ترقی میں اسلام وسرسید کا نظریہ	ڈاکٹر محمد عباس	۳۴
• منزل جاناں پہ تو پہنچا بہ صد مشکل سہی (چند دن......)	وارث ریاضی	۴۷
• مالی جرمانہ کا شرعی حکم — تحقیق و تنقیح	مولانا اختر امام عادل قاسمی	۵۴

نقد و تبصرہ

• تذکرہ حضرت آہ مظفر پوری (مع کلیات آہ)	محمد عاصم قادری	۷۹

ادبیات

• نعت پاک	نجم عثمانی	۸۱
• تضمین بر نعت حضرت امیر خسرو قدس سرہٗ	ڈاکٹر التفات امجدی	۸۲
• غزل	وارث ریاضی	۸۳
• **کوائف و حالات**	ادارہ	۸۴

لمعات

● ظفر حسنین

جمہوریت کا سب سے مستحکم اور بنیادی رکن انتخاب ہے۔انتخاب کی بنیاد پر حکومت بنتی اور چلتی ہے۔ ہر پانچ سال کے بعد عام انتخاب ہوتا ہے جس میں عوامی اکثریت کے ذریعہ پارلیمنٹ کے نمائندے منتخب ہوتے ہیں اور وہ حکومت سازی کا عمل پورا کرتے ہیں، لیکن پارلیمانی نظام میں جیسا کہ اپنے ملک میں رائج ہے، پارلیمنٹ کے ارکان انفرادی طور پر نہیں بلکہ جماعتی بنیاد پر انتخاب لڑتے ہیں اور کامیابی کی صورت میں وہ جماعت کو استحکام بخشتے ہیں اور اکثریتی ووٹ پانے والی جماعت حکومت سازی کرتی ہے۔اگر کسی ایک جماعت کو اکثریت حاصل نہ ہو تو کچھ باہمی اتفاق سے مل جل کر بھی حکومت سازی کرسکتی ہیں۔

ملک کی آزادی کو ۷۲ رسال ہو گئے اور جمہوری حکومت کے قیام کو بھی ۶۹ رسال بیت گئے۔اس دوران ۵۰ رسال سے زیادہ ملک پر کانگریس کی حکومت رہی جس نے ملک کی آزادی میں سب سے نمایاں حصہ لیا اور پھر اپنے دورِ اقتدار میں انگریزوں کے چھوڑے ہوئے آدھے ادھورے ملک اور غلامی کی ذہنیت رکھنے والے عوام کو پستی سے اُٹھا کر کہاں سے کہاں پہنچا دیا — اور ملک بھی آدھا ادھورا نہیں بلکہ اقتصادی، معاشی، سیاسی اور فوجی ہر اعتبار سے ایک طاقتور ایٹمی ملک بن کر ابھرا — اس ملک کا ہر شہری بلا امتیاز مذہب و ملت اس کی ترقی میں معاون رہا۔اس دوران چھوٹے بڑے فسادات ہوئے اور آپس میں تلخیاں بھی بڑھیں لیکن مجموعی طور پر ملک میں ہمیشہ امن و امان رہا اور ملک ترقی کی راہ پر گامزن رہا — لیکن قدرت کا اصول ہے ''ہر کمال را زوال''۔کانگریس کو بھی زوال کا سامنا کرنا پڑا اور ایک سو سال سے زیادہ پرانی جماعت گمنامی کے اندھیروں میں ڈوب گئی، وجہ تھی اقتدار کا نشہ اور اس کا غرور، کانگریس کے اس عروج و زوال میں سب سے بڑا حصہ مسلمانوں کا رہا جہاں انہوں نے اُسے گود میں بیٹھا کر اس کی پرورش کی وہیں اُسے کاندھا بھی دے دیا — کانگریس کمزور ہوئی تو چھوٹی بڑی صوبائی جماعتیں سر اُبھارنے لگیں اور زیادہ تر صوبے ان علاقائی جماعتوں کے تحت آ گئے — پھر بھی لوگ سیاسی خیالات میں بھلے ہی علیحدہ علیحدہ ہوں لیکن وہ صرف ہندوستانی تھے اور ان کی ہر سوچ میں ہندوستان کی وحدت سب سے نمایاں تھی۔

ایسی تمام سیاسی اُتھل پتھل کے درمیان ایک جماعت بہت خاموشی سے قوم پرستی کا جامہ پہنے ملک کی سیاست پر اثر انداز ہو رہی تھی، وہ جماعت تھی آر ایس ایس — جس طرح سانپ بل میں دُبکا حالات کا جائزہ لیتا رہتا ہے کہ کب موقع ملے اور وہ بل سے نکل کر کسی کو ڈس لے، اُسی طرح آر ایس ایس بھی پورے ملک کو ڈسنے کی تگ و دو میں لگی تھی — اُس نے اپنا ایک سیاسی ونگ بنایا اور جن سنگھ اور پھر بھارتی جنتا پارٹی کے نام سے پورے طور پر سیاسی میدان میں آ گئی — اس کا ایک ہی نعرہ تھا ہندو، ہندی، ہندوستان۔ اس نعرہ کے ساتھ اس جماعت نے سیاسی میدان میں قدم رکھا اور دیکھتے دیکھتے پورے ملک میں چھا گئی، اس نے اکثریت کے ذہن پر یہ بیٹھانے کی کوشش کی کہ یہ ملک ہندوؤں کا ہے اور باقی سب باہری ہیں جنہیں ہر قیمت پر یہاں سے ہٹانا ہے — یہ پُر فریب نعرہ بہت سے لوگوں کے لئے کشش رکھتا تھا اور لوگ اس کی طرف مائل بھی ہوئے — ادھر کانگریس کمزور ہو رہی تھی اس کی جگہ پر متبادل کے طور پر بی جے پی اکیلی جماعت تھی جو پورے ملک میں چھا رہی تھی۔ انتخاب ہوتے رہے اور یہ جماعت کبھی اقتدار میں آئی کبھی اقتدار سے ہٹا دی گئی — لیکن تمام نشیب و فراز کے باوجود یہ کٹر وادی ہندو جماعت نہیں تھی — یہ نریندر مودی تھے جنہوں نے سیاست میں قدم رکھتے ہی اسے کٹر وادی بنایا اور بھانپ لیا کہ جب تک اس ملک میں ہندو مسلم اتحاد باقی رہے گا بی جے پی اقتدار میں نہیں آ سکتی — اس لئے انہوں نے مختلف ذرائع سے ہندو مسلم کے درمیان نا اتفاقی کو فروغ دیا — گجرات کا وزیر اعلیٰ بنتے ہی وہ ہندو ہردئے سمراٹ بن گئے۔ ۲۰۰۲ء میں گجرات میں بدترین فسادات کرائے اور حکومت کی نگرانی میں فسادات کو فروغ دیا — آزاد ہندوستان کی تاریخ میں یہ پہلا موقع تھا جب حکومت کی نگرانی میں ایسے منظم فسادات ہوئے۔ ہزاروں مسلمانوں کی جان گئی اور ہندو مسلم تفرقہ کی کھائی اور گہری ہوتی گئی۔ مودی یہی چاہتے تھے آہستہ آہستہ سیاست پر چھا گئے اور پھر ملک کے وزیر اعظم بن گئے — ان کا نعرہ بنا کانگریس مُکت بھارت۔ ۲۰۱۴ء کے عام انتخاب سے قبل ایسے ایسے پر فریب نعرے دیئے اور سنہرے وعدے کئے کہ ملک ان کی جال میں پھنس گیا اور وہ بہت بڑی اکثریت سے ۲۰۱۴ء کا انتخاب جیت گئے۔ ہر طرف مودی کی جئے ہونے لگی اور پورا ملک ہر ہر مودی گھر گھر مودی کے نعرہ سے گونجنے لگا۔ یہیں سے جمہوریت کو سخت ٹھیس لگی اور اس کی جگہ مودی نے لے لی۔ گویا مودی نے کانگریس مکت بھارت تو نہیں بنایا البتہ بی جے پی مکت بھارت کی بنیاد ضرور ڈال دی — کیونکہ حکومت تو بنی تھی بی جے پی کی لیکن عملاً وہ مودی کی حکومت بن گئی۔ یہ ایک جمہوری ملک میں جمہوریت پرست عوام پر آمرانہ حکومت کی بنیاد تھی۔ ایک ایسا آمر ملک پر راج کرنے لگا جو کسی کی نہیں سنتا ہے جس نے ہر آزاد اور خود مختار ادارہ کو اپنا تابع کر لیا چاہے وہ تحقیقاتی ایجنسیاں ہوں، الیکشن کمیشن ہو یا عدلیہ سبھی اس کے اشاروں پر ناچنے لگے — ایک عجیب و غریب خوف پورے ملک پر مسلط ہے، ہر شخص سہما ہوا اور خوف زدہ ہے۔ خود وہ شخص اور اس کے چند چیلے چپاٹے پورے ملک میں دندناتے لوگوں کو ڈراتے اور دھمکیاں دیتے پھر رہے ہیں جو انہیں ووٹ نہ دے اُسے ملک بدر کر دینے یا سمندر میں غرق کر دینے کی دھمکیاں عام ہیں۔ ادھر بیکاری اور

بے روزگاری حد سے زیادہ بڑھنے لگی۔کاشتکاری اور دستکاری کا ستیاناس ہوگیا۔نوجوان اور کسان دربدر کی ٹھوکر کھانے لگے۔ ہر شخص نوٹ بندی اور جی ایس ٹی جیسے قانون سے پریشان ہے—ان تمام حالات سے اگر کوئی خوش اور مالا مال ہے تو وہ چند کڑور پتی صنعت کار ہیں جنہوں نے خوب دولت کمائی اور ملکی اور غیر ملکی تجوریاں بھر لیں— مہنگائی اتنی بڑھی جس کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا۔چھوٹی بڑی تمام مخالف جماعتیں اپنا وجود کھونے کی کگار پر پہنچ گئیں۔ایسی حالت میں ان کے پاس اس کے علاوہ کوئی راستہ نہیں تھا کہ وہ اتحاد کر کے اس شیطانی طاقت کا مقابلہ کریں۔اس طرح پورے ملک میں کئی چھوٹے بڑے اتحاد بن گئے۔خاص کر یوپی اور بہار میں مخالف جماعتوں نے اچھا اتحاد کیا۔

۲۰۱۹ء کا عام انتخاب تقریباً ختم ہو چکا ہے اور اب انتظار ہے ۲۳؍مئی کا جب پورے ملک کے عام انتخاب کا نتیجہ سامنے آجائے گا۔اب دیکھنا ہے کہ اس ملک کے تجربہ کار اور ہوش مند ووٹر کیا فیصلہ کرتے ہیں۔آیا وہ اس لعنت کے طوق کو گلے میں ڈالے رکھتے ہیں یا اُسے نوچ پھینکتے ہیں۔اس عظیم ملک کی شاندار روایات،اس کی بے مثال جمہوریت اور اس کی گنگا جمنی تہذیب کا مستقبل سب کچھ الیکٹرونک ووٹنگ مشین میں قید ہو چکا ہے۔اب صرف نتیجہ کا انتظار ہے—اگر آپ نے،ہم نے عقل وسمجھ کا استعمال کیا ہوگا،اپنا ووٹ سوچ سمجھ کر دیا ہوگا تو یقین جانیے ۲۳؍مئی کا دن آپ کے لئے خوشیوں کی بہار لے کر آئے گا— اور اگر آپ نے زہریلی ہواؤں میں بہہ کر ووٹ دیا ہوگا تو آئندہ پانچ سال میں آپ کا،آپ کے وجود کا اور آپ کے ملک کا کیا حال ہوگا آپ اس کا تصور نہیں کر سکتے۔

❊❊❊❊❊❊❊❊❊❊❊❊❊❊

دسویں قسط

عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
کتاب وسنت اور علمائے سلف کے اقوال وآثار کی روشنی میں

● محمد آیت اللہ قادری

انتخاب میلاد کے مصنف :

مولانا حکیم سید شاہ محمد شعیب رضوی ؒ بن مولانا سید محمد محی الدین احمد رضوی ؒ کی پیدائش ۱۳۰۱ھ کو پھلواری شریف میں ہوئی اور یہیں آپ کی تعلیم وتربیت ہوئی۔ ابتدائی تعلیم اپنے والد ماجد سے حاصل کی اور مولانا عبد اللہ رامپوری (تلمیذ حضرت مولانا ارشاد حسین رامپوری ؒ) اور مولانا عبد الرحمن ناصری گنجوی سے درسیات کی تکمیل فرمائی۔ حضرت مولانا ابو الخیر مکی محدث ؒ کے علاوہ مولانا علی اکرم آروی اور مولانا امام الدین پنجابی سے بھی کتب احادیث کی اجازت حاصل تھی۔ آپ عالم دین اور صوفی کامل ہونے کے علاوہ طبیب حاذق بھی تھے، حکیم وارث حسن منیری ابو العلائی سے طب کی تعلیم پا کر اس فن میں مہارت حاصل کی اس لئے لفظ ’’حکیم‘‘ آپ کے نام کا جزء لاینفک ہوگیا۔ حضرت اقدس امیر شریعت اول فیاض المسلمین بدر الکاملین مولانا سید شاہ محمد بدر الدین قادری ؒ سے بیعت کا شرف حاصل تھا، آپ کے خاندان کی جزئیت سیدنا امام علی رضا علیہ السلام تک پہنچتی ہے، اس لئے آپ اپنے نام کے ساتھ ’’رضوی‘‘ لکھتے تھے۔

حکیم صاحب ؒ کی نشوونما حضرت اقدس فیاض المسلمین مولانا سید شاہ بدر الدین قادری ؒ کی خاص نگرانی میں ہوئی، آپ کی تعلیم وتربیت پر حضرت اقدس ؒ کی خاص توجہ تھی اس لیے آپ کو متعدد علوم وفنون میں مہارت حاصل ہوئی۔ حضرت اقدس ؒ کی شخصیت اور خانقاہ مجیبیہ کے علماء ومشائخ کے علمی وادبی ماحول سے بھی آپ خوب مستفید ہوئے اور موزوں طبیعت کی وجہ سے ایک کہنہ مشق، سنجیدہ اور شیریں کلام شاعر بھی ہوئے، چنانچہ اس کا اقرار کرتے ہوئے آپ نے خود لکھا ہے :

''پیر ومرشد قدس سرہ شاعر تھے، والد مرحوم کو بھی کچھ ذوق تھا،قصبہ میں بزرگوں اور معاصرین و ہم عمروں میں اچھے اچھے شعرا موجود تھے ،ان کی ہم نشینی سے مجھے بھی شوق ہوا، فارسی میں کچھ غزلیں لکھ لیتا ہوں'' ـــ (آثارات پھلواری شریف،ص:۳۳۴)

آپ اردو اور فارسی دونوں زبانوں میں کلام کہتے تھے،آپ کا تخلص ''نیر'' تھا،آپ کا مجموعہ کلام ''جذبات نیر'' کے نام سے موجود ہے لیکن اب تک غیر مطبوعہ ہے۔ذیل میں فارسی اور اردو شاعری کے نمونے پیش ہیں :

فارسی شاعری کا نمونہ :

بگذشت عمرم در جستجویت ❁ تا کے بہ بینم اے ماہ رویت
ناخواندہ قرآں گشتم مسلماں ❁ عاشق شدم من نا دیدہ رویت
دیوانۂ تو تا عمر گشتم ❁ این عہد بستم با زلف و مویت

اردو شاعری کا ایک نمونہ :

آزاد جو قید غم سے ہو وہ کلفتِ زنداں کیا جانے ❁ راحت سے گزرتی ہو جس کی وہ حال پریشاں کیا جانے
مرغانِ قفس پروردہ سے کیا پوچھتے ہو گلشن کی خبر ❁ جو تنگ قفس میں رہتا ہو، وہ سیر گلستاں کیا جانے
ہر صبح ہو صبح عید جہاں، ہر شام ہو شام عیش وطرب ❁ ہو عیش میں جس کی رات بسر وہ شام غریباں کیا جانے

حضرت فیاض المسلمینؒ کی بدولت ہی آپ کو تصنیف و تالیف کا شوق پیدا ہوا چنانچہ آپ لکھتے ہیں :

''حضرت پیر ومرشد قدس سرہ مجھ سے اپنی علمی تحریریں صاف کراتے تھے،اس کا اثر مجھ پر یہ ہوا کہ مجھے بھی تصنیفات کا شوق پیدا ہوا،ابتداء اپنے بعض مضامین حضرت کی خدمت میں پیش کئے،حضرت نے پسند فرمایا اور علمی رہنمائی فرمائی، اس سے میری ہمت بڑھی اور میں نے چند کتابیں لکھیں'' ـــ (آثارات پھلواری شریف،ص:۳۳۳)

حکیم صاحبؒ کی مختلف علوم وفنون پر گراں قدر تصانیف موجود ہیں،ان میں سے بعض کے نام یہ ہیں :

(۱) تنویر الجنان فی خواص آیات القرآن : غیر مطبوعہ
(۲) الدر الفرید فی سلاسل اہل التوحید : غیر مطبوعہ
(۳) حدیقۃ الازہار فی تراجم مدرسین بہار : غیر مطبوعہ
(۴) حیات فرد : مطبوعہ
(۵) جلوۂ حبیب : غیر مطبوعہ
(۶) غم پر ملال : مطبوعہ
(۷) القرون الماضیۃ فی القریۃ الناجیۃ : غیر مطبوعہ

(۸) تجلیات انوار : غیر مطبوعہ
(۹) ذکر شیوخ بہار : غیر مطبوعہ
(۱۰) مثنوی نوائے دل : غیر مطبوعہ
(۱۱) تذکرۂ شعرائے پھلواری : غیر مطبوعہ
(۱۲) بزم شعرا : غیر مطبوعہ
(۱۳) رسالہ جدری : غیر مطبوعہ
(۱۴) تذکرہ صاحبان عیسی پور : غیر مطبوعہ
(۱۵) آثارات پھلواری شریف (اس کتاب کا دوسرا نام ’’اعیان وطن‘‘ ہے) : مطبوعہ
(۱۶) تذکرہ انساب خاندان کریم چک : غیر مطبوعہ
(۱۷) انتخاب میلاد : مطبوعہ

حکیم صاحب کا وصال غرہ محرم ۱۳۷۳ھ کو ہوا آپ کا مزار باغ مجیبی میں ہے۔

انتخاب میلاد :

یہ میلاد نامہ نثر میں ہے البتہ منظوم حمد باری تعالیٰ اور دو مناجات بھی شامل کتاب ہیں ۔ یہ ۳۶ صفحات پر مشتمل ہے، اس کی طباعت ’’مجیبی پریس پھلواری شریف‘‘ میں ہوئی تھی لیکن اس پر تاریخ طباعت درج نہیں ہے اور نہ ہی کسی کی تقریظ، عرض مولف وغیرہ درج کئے گئے ہیں ۔اس کتاب کے سرورق پر یہ عبارت درج ہے :

’’صلوا علیه و سلموا خدا کا شکر ہے کہ بعض شیفتگان جمال محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کی مساعی جمیلہ کے بدولت فی الحال ایک رسالہ مسمّٰی بہ انتخاب میلاد حسب فرمائش جناب مولوی عبد الوہاب قادری مجیبی ساکن موضع بھرتھولی ضلع گیا باہتمام خاکسار حکیم سید محمد شعیب رضوی مجیبی مدیر معارف مجیبی پریس پھلواری میں طبع ہوا‘‘۔

اس کتاب کے عنوانات یہ ہیں :

بزرگی و برکات ذکر مولود شریف، آداب محفل مبارک کے، بیان درود شریف و فضائل درود خوان، بیان پیدائش نور محمدی صلی اللہ علیہ وسلم، معراج، آپ ﷺ کے عادات، مناجات اول بحضور محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم، مناجات دوم۔

حکیم صاحبؒ نے اس کتاب میں قرآن وحدیث کے علاوہ مستند ومعتبر کتابوں کے حوالوں کو نقل کیا ہے، تاریخ وسیرت کی کتابوں سے وہی واقعات اخذ کئے گئے ہیں جو محقق ومدلل اور معیاری ہیں ۔اس کتاب کی ابتداء حمد باری تعالیٰ سے کی گئی ہے :

حمد ذات کبریا جل وعلا ❁ کب یہ ممکن ہے بشر سے ہو ادا

جس نے رحمت سے ہی اپنی سر بسر ۞ خاک کو فرمایا منظور نظر
حمد کے لائق ہے وہ سبحانہ ۞ سب سے فائق ہے تعالیٰ شانہ
اس کا سب مخلوق پر حق ہے مدام ۞ ہے وہ خالق سب ہیں بندے لاکلام
کس سے پورا حق کا حق ہووے ادا ۞ کون گن سکتا ہے انعام خدا

حمد باری تعالیٰ کے بعد سید الانبیاء حضرت محمد مصطفےٰ ﷺ کی مدح وثناء، اہل بیت اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کی فضیلت بیان کی گئی ہے۔ مصنفؒ نے بیان ولادت باسعادت، شمائل وخصائل رسالت مآب ﷺ سے قبل میلاد النبی ﷺ کے جواز وثبوت کے سلسلہ میں مختصر لیکن جامع بحث کی ہے اور اس میں انہوں نے مخاطب کو زور بیان کی بجائے زور استدلال سے قائل کرنے کی کامیاب کوشش کی ہے چنانچہ وہ لکھتے ہیں :

''اے امت محمد مصطفےٰ واے غلامان احمد مجتبیٰ بگوش ہوش سننا چاہئے کہ مولود شریف کی مجلسوں کا عمل قدیم سے ہر ایک شہر مسلمانان میں جاری ہے خصوصا مکہ معظمہ و مدینہ منورہ میں تمام عربستان میں ہزاروں عالم فاضل اور لاکھوں مشائخ اولیاء اللہ کرتے رہے ہیں اور اس ذکر خیر کے جواز پر فتوے دئے اور دے رہے ہیں پس یہ ذکر مبارک بیشک موجب ثواب اور خوشنودی خدائے اور رسول ہے۔ اے فدایان روح احمدی جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود اپنی زبان مبارک سے اپنے مولد کا حال مختصر روبرو اصحاب کرام یوں ارشاد فرمایا ہے کہ میں نزدیک اللہ کے خاتم النبیین لکھا ہوا تھا اور آدم علیہ السلام پڑے ہوئے تھے اپنے مٹھی میں اور خبر دیتا ہوں میں تم کو اپنی اول حقیقت سے وہ یہ ہے کہ ابراہیم علیہ السلام نے مکہ معظمہ میں میرے واسطے دعا کی تھی اور عیسیٰ علیہ السلام نے اپنی امت کو میرے آنے کی بشارت دی تھی اور میری والدہ نے میری پیدائش کے وقت کئی واقعہ دیکھے تھے''۔۔۔(ص:۷)

آیت قرآنی: قُلْ بِفَضْلِ اللّٰهِ وَبِرَحْمَتِهٖ فَبِذٰلِكَ فَلْيَفْرَحُوْا ؕ تحریر کرتے ہوئے فرماتے ہیں :

''یہ تو اظہر من الشمس ہے کہ حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم سراپا رحمت ہیں کہ اللہ جل شانہ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں فرماتا ہے: وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ۝۱۰۷ یعنی نہیں بھیجا میں نے تم کو اے محمد مگر رحمت واسطے تمام عالم کے پس اس رحمت خداوندی کے اظہار کے لئے فرحت اور سرور کا سامان مہیا کرنا مثلاً خویش واقارب دوست و احباب کا جمع کرنا، چوکی اور منبر پر مسند لگانا، چاندنی وقالین اور فرش زیبا بچھانا، بخور سلگانا، وقت ذکر ولادت شریف کھڑے ہو کر مناقب یا درود وسلام پڑھنا بعد اختتام کے شیرینی یا کھانا وغیرہ حسب توفیق تقسیم کرنا شرعاً مباح ہے آیت کریمہ فلیفرحوا میں داخل ہے''۔۔۔(ص:۸-۹)

میلاد النبی ﷺ کے جواز واثبات کے بعد ''بزرگی وبرکات ذکر مولود شریف'' عنوان کے تحت محفل میلاد مبارک کی برکات وثمرات کا ذکر کیا گیا، اسی کے تحت حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کے والد ماجد کا واقعہ بھی بیان کیا ہے کہ وہ محفل میلاد کی برکت سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے مشرف ہوئے، نیز ملک حجاز کے ایک ایسے شہر کا واقعہ بیان کیا گیا ہے

جہاں پر میلاد شریف کی محفل منعقد کی گئی تھی، اللہ تعالیٰ نے اس محفل میلاد مبارک کے طفیل تمام حاضرین کے گناہوں کو معاف فرمایا اور ان کو جنت الفردوس عنایت فرمائی لیکن اس واقعہ کے فوراً بعد مصنفؒ نے اس بات کی بھی تاکید کی ہے کہ شیطان اولاد آدمؑ کا دشمن ہے اس لیے اس واقعہ سے دھوکہ نہیں کھانا چاہئے اور نماز و روزہ سے غافل نہیں ہونا چاہئے جو سب سے پہلے پوچھا جائے گا۔ مصنف نے اس پر بھی زور دیا ہے کہ مسلمانوں کو چاہئے کہ وہ محافل میلاد مبارک کے مقصد کو نظر انداز نہ کریں، جو مسلمان اس مقصد سے محفلیں سجاتے ہیں کہ رات بھر تقریریں ہو جائیں، نعتیں پڑھ لی جائیں اور رسول اکرم ﷺ کی بعثت کے مقصد سے غافل ہو جائیں، محفلوں میں قمقمے جلائیں، پھولوں کے گلدستے سجائیں لیکن دل کی کدورت اور زنگ کو دور کرنے کا کوئی بندوبست نہ کریں تو ایسی مجلسوں کے متعلق یہی کہا جا سکتا ہے کہ وہ اپنے مقصد سے خالی ہیں، کیونکہ میلاد مبارک کی محفلوں کا اصل مقصد یہ ہے کہ رسول مقبول ﷺ کے صحیح حالات، فضائل وخصائل بیان کئے جائیں اور ان کی اتباع کی جائے اگر ایسا ہوتا ہے تو یقیناً ان محفلوں کی برکات وثمرات سے مسلمان مستفیض ہوں گے۔

مصنفؒ نے ''آداب محفل مبارک کے'' عنوان سے محفل میلاد النبی ﷺ کے آداب کو مؤثر انداز میں بیان کیا ہے تاکہ موجودہ زمانہ میں بزم میلاد مبارک کے انعقاد میں ہونے والی لغزشوں اور کوتاہیوں سے لوگ اجتناب کریں، انہوں نے اس بات پر زور دیا ہے کہ خوانندۂ میلاد مبارک اور سامعین کے مناسب ہے کہ وہ ایسی متبرک ومقدس محفل میں باوضو شریک ہوں اور ذکر پاک کو ثواب سمجھ کر پڑھیں اور سنیں کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کا ذکر باعث فلاح دارین ہے، مال حلال سے محفل پاک کا اہتمام کریں کیونکہ حرام مال اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں قبول نہیں ہوتا چنانچہ وہ لکھتے ہیں :

''جب مولود شریف کرنے کا ارادہ کرے تو چاہئے کہ اول جائے پاک ہو کسی طرح کی بدبو نہ ہو بلکہ خوشبو سے معطر رہے اور نیت خالص اللہ کے واسطے کرے۔ نمود وریا کو دخل نہ دے اور جو کچھ اس میں صرف کرے مال حلال سے ہو کہ حرام مال درگاہ الٰہی میں قبول نہیں ہوتا بلکہ منہ پر مارا جاتا ہے اور فقرا اور مساکین کی بہت خاطر کرے اور واسطے پڑھنے کے جائے بلند ہونا چاہئے۔ منبر یا چوکی پر پڑھنا بہتر ہے کہ حسان رضی اللہ عنہ مدح حضرت ابرار ﷺ منبر پر کیا کرتے تھے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم خوش ہو کر دعاء فرماتے تھے اور سامعین کو لازم ہے کہ بہ توجہ دل حضرت کے فضائل وخصائل کو سنیں اور نیت اتباع سنت رسول مقبول اور اجتناب بدعت کی رکھیں''۔۔۔ (ص:۱۵)

میلاد نامہ میں ''بیان پیدائش نور محمدی صلی اللہ علیہ وسلم'' کے عنوان سے رسول اکرم ﷺ کے نور کا ذکر نظم اور نثر دونوں اصناف میں کیا گیا ہے ذیل میں نظم کے اشعار درج کئے جاتے ہیں :

اب راویان مولد سلطان دو جہان ❁ یوں کر رہے ہیں قصہ میلاد کو بیان
ہے قلزم قدم کا وہی موج اولین ❁ جب کچھ نہ تھا تو نور اسی کا تھا بالیقین

ہوتا نہ وہ جو کشتیٔ عالم کا ناخدا ❁ ملتا کہاں سے نوح کو جودی کا پھر پتہ
ہوتا نہ گر خلیل میں وہ نور فیض بار ❁ ہوتی کہاں سے آتش نمرود لالہ زار
پیدائش آپ کی ہے سبب کائنات کا ❁ باعث یہی ہے سب کے وجود وثبات کا
کرسی وعرش ولوح وقلم جن سے تابشر ❁ سب اس کے نور پاک سے ہیں قصہ مختصر

اس کے بعد نثر میں نور محمدی ﷺ کا بیان ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے حضور نبی کریم ﷺ کے نور کو پیدا فرمایا جیسا کہ رسول اقدس ﷺ نے خود فرمایا: اول ما خلق اللہ نوری۔ تب اللہ تعالیٰ نے لوح وقلم، انس وجن، عرش وکرسی، آسمان و زمین، تمام مخلوق کو اسی نور سے پیدا فرمایا، چنانچہ وہ لکھتے ہیں :

''روضۃ الاحباب میں لکھا ہے کہ حق تعالیٰ نے کئی ہزار برس پہلے پیدا کرنے خلق کے محمد ﷺ کا نور کرامت ظہور پیدا کیا۔ اور اسی نور سے ارواح انبیاء علیہم السلام، اولیاءؒ، صدیقوںؓ، شہیدوںؓ، مومنوں، فرشتوں اور عرش وکرسی، لوح وقلم، بہشت ودوزخ، زمین وآسمان، چاند، سورج، تارے، دریا، ہوا، پہاڑ پیدا کیا۔ پھر آسمان وزمین کو پھیلایا اور ہر ایک سے سات سات طبقے بنائے اور ہر طبقہ میں مسکن ایک جماعت کا مخلوقات سے مقرر فرمایا'' ــــ(ص:۲۱)

آپ ﷺ کی ولادت مبارکہ اور اس وقت ظاہر ہونے والے معجزات کا بیان مؤثر انداز میں کیا گیا ہے، چنانچہ حکیم صاحب رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں :

''جب قریب ہوا وقت ولادت کا تو کوئی شخص بی بی آمنہ سے اس طرح کہتا تھا کہ اے آمنہ آگاہ ہو جا کہ عنقریب جناب احمد مجتبیٰ محمد مصطفےٰ (ﷺ) تشریف لاتے ہیں جو حق تعالیٰ کے حبیب اور پیغمبروں کے سردار ہیں جب وقت آپ کی پیدائش کا قریب آیا آپ کی والدہ کے پاس شب ولادت میں بی بی آسیہ اور مریم بہت سی عورتوں کے ساتھ تشریف لائیں اور یوں کہنے لگیں کہ حق تعالیٰ نے ہم لوگوں کو تمہاری خدمت کے واسطے بھیجا ہے۔ بی بی آمنہ فرماتی ہیں کہ پھر اسی وقت ایک فرشتہ نورانی میرے پاس آیا اس کے ہاتھ میں ایک پیالہ شربت کا بھرا ہوا تھا جو دودھ سے زائد سفید اور شہد سے زائد میٹھا اور برف سے زائد ٹھنڈا اور مشک اور گلاب سے زیادہ خوشبو میرے ہاتھ میں دیا اور کہا کہ اے آمنہ تیرے واسطے یہ شربت جنت سے آیا ہے خوب سیر ہو کر پی لے پھر اس کے بعد اس فرشتہ نے یوں کہا کہ بسم اللہ اظھر یا محمد بن عبد اللہ پس آپ نے حق تعالیٰ کے نام کی تعظیم کی اور فوراً لاکھوں انوار اور ہزاروں اعجاز کے ساتھ ظہور فرمایا پس پیدا ہوئے حضرت ﷺ نور علیٰ نور۔ روشنی آپ ﷺ کی ایسی چمکدار تھی کہ تمام عالم روشن ہوگیا۔

نظم

اب سید انام کا ذکر ظہور ہے ❁ تعظیم کا مقام ہے اٹھنا ضرور ہے
محبوب ذوالجلال کی تکریم کو اٹھو ❁ پیدا رسول حق ہوئے تعظیم کو اٹھو''

ــــ(ص:۲۲۔۲۴)

عام میلاد ناموں کی طرح ولادت باسعادت کے وقت بجناب نبی اقدس ﷺ درود وسلام پیش کیا گیا ہے۔ میلاد ناموں کی روایت کے مطابق مصنف علیہ الرحمہ نے معراج کا بیان بھی کیا ہے۔انداز بیان اس قدر دلنشیں اور دلفریب ہے کہ بار بار پڑھنے اور سننے کو جی چاہتا ہے، وہ لکھتے ہیں :

’’اپنی پرواز تک تو جبرئیل نے ساتھ دیا آخر معذرت کر کے رخصت ہوئے۔آپ اکیلی ذات سے بڑھے۔دوئی کا گذر نہ تھا۔ایک عجیب عالم کیفی میں پہونچے جہاں کیف وکم کو دخل نہ تھا۔نہ وہم۔نہ خیال۔نہ نور نہ ظلمت۔نہ رنگ نہ بیرنگ۔نہ مکان نہ لامکان۔نہ جہات۔نہ عبارات۔نہ ہوش نہ بیہوشی۔نہ فنا نہ بقا۔نہ وجود نہ عدم۔نہ میں نہ تو۔لا اله الا هو وحده لا شريك له۔آپ نے سارے مراحل بات کی بات میں طے فرمائے۔اسرار کے پردے اٹھ گئے۔مجازی کی قلعی کھل گئی۔حقیقت الحقائق منکشف ہوئی۔محب اور محبوب میں راز و نیاز کی باتیں ہوئیں۔نبوت کا آفتاب خط استوا پر آیا۔آپ کو معراج کا خلعت خاص عنایت ہوا۔آرزو نے مانگی مراد پائی۔پھر جو دیکھا سو دیکھا۔جو سنا وہ سنا‘‘ــــ(ص:۲۶)

حضور اقدس ﷺ کے اخلاق وعادات تمام لوگوں کے لئے اسوہ حسنہ ہیں، اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کے متعلق خود فرمایا: وَاِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ﴿۴﴾ (بلاشبہ آپ ﷺ خلق عظیم پر فائز ہیں)۔آپ ﷺ نے فرمایا: بعثت لاتمم مكارم الاخلاق یعنی مجھے اس لئے بھیجا گیا ہے کہ میں اعلیٰ اخلاق کی تکمیل کروں۔حضرت عائشہ نے فرمایا کہ آپ ﷺ کا خلق خود قرآن ہے یعنی قرآن جن اعلیٰ اخلاق واعمال کی تعلیم دیتا ہے آپ ﷺ ان سب کا عملی نمونہ ہیں یہی وجہ ہے کہ بعض میلاد ناموں میں رسول اقدس ﷺ کی ولادت باسعادت، معجزات، معراج وغیرہ کے علاوہ اخلاق کریمانہ کا بھی تذکرہ کیا ہے۔مصنف ؒ نے بھی اس میلاد نامہ میں نبی کریم ﷺ کے اخلاق وعادات کا بیان کیا ہے تاکہ لوگ محفل میں اس کو سنیں اور عمل کریں۔ اخلاق نبوی ﷺ کے بیان سے درج ذیل عبارت بطور نمونہ ملاحظہ ہو :

’’کاموں میں مشورہ لینا آپ کی عادت، استقلال و بردباری آپ کی خصلت، ہمت وشجاعت آپ کی خلقت، خیر اندیشی وعاقبت بینی آپ کی فطرت اور صبر وتحمل آپ کے مزاج میں داخل تھا، عالی مقال، عالی خیال، حمیدہ خصال، اور ستودہ احوال تھے، حق پر لڑتے حق پر چلتے، حق سے جھکتے اور حق کی تعظیم فرماتے تھے......حیا میں آپ اپنی مثال اور غیرت میں آپ اپنی نظیر تھے۔تھوڑی نعمت بھی بہت سمجھتے تھے......اپنی قوم اور اپنی امت کا خیال مدنظر رہتا اور اس سے کسی دم چین نہیں آتا۔آپ کا اخلاق ایسا دلنشیں معجزہ تھا جس نے تمام عالم کو رفتہ رفتہ اپنا گرویدہ بنالیا۔اخلاق محمدی ضرب المثل ہے، آپ کی چوکھٹ سے کوئی حاجت مند ناکام نہ جاتا، اگر اس کی حاجت روائی ناممکن ہوتی جب بھی وہ آپ کی دل جوئیوں سے ایسا خوشنود ہوجاتا گویا اس کی حاجت پوری ہوگئی۔اپنے مجرم کا قصور معاف ہی نہیں کرتے بلکہ اس کی دل شکنی دور ہوجانے کا بھی خیال فرماتے تھے‘‘ــــ(ص:۲۸-۲۷)

میلاد نامہ کے آخر میں دو مناجات ہیں ان میں سے اول کا عنوان ’’مناجات اول بحضور محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم‘‘ ہے، اس کے آغاز کے چند اشعار درج ذیل ہیں :

بحالم یا رسول اللہ نگاہے ❁ کمینہ بندہ ام زین بارگاہے
ترا اے خواجہ عالم غلامم ❁ خمیدہ قامت از بہر سلامم
شفیع عاصیان بنواز مارا ❁ جواب یک سلامم دہ خدارا
بامید جواب استادہ ام من ❁ بپابوست بخاک افتادہ ام من
اگرکوتاہ دستم من بطاعت ❁ ید طولی تو داری در شفاعت

کتاب کے آخر میں ایک طویل مناجات ہے، مناجات کے حاشیہ پر لکھا ہے ’’از ینجا تا آخر الحاق حکیم مولوی شعیب صاحب پھلواروی‘‘ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مناجات کسی اور کی لکھی ہوئی ہے۔’’از برائے غوث اعظم ......‘‘ سے حکیم صاحب علیہ الرحمۃ کے اشعار ہیں۔آخر کے ملحقہ اشعار بطور نمونہ ملاحظہ ہوں :

از برائے غوث اعظم افتخار اولیا ❁ قبلہ اہل طریقت کعبہ اہل صفا
باعث تسکین روح وجان پاک مصطفیٰ ❁ ہم سرور قلب زہرا و علی مرتضیٰ
خالقا آمرز گارا انت تواب رحیم
جز تو آخر جرمہائے ما کہ بخشد اے کریم
واز برائے خواجۂ ہند الولی شیخ زمان ❁ سرور ہر دو سرا و خواجۂ صد خواجگان
واز پئے پیر شرف آن سید عالی مکان ❁ رحم کن بر حال ما اے خالق ہر انس وجان
خالقا آمرز گارا انت تواب رحیم
جز تو آخر جرمہائے ما کہ بخشد اے کریم
وارث علم نبی آن سید پاکان من ❁ قبلۂ روح وروان وکعبۂ ایمان من
افتخار اولین وحجۃ دوران من ❁ بہر او کن چاک یارب نامۂ عصیان من
خالقا آمرز گارا انت تواب رحیم
جز تو آخر جرمہائے ما کہ بخشد اے کریم
بہر آن دانائے راز کنت کنزاً مخفیا ❁ واز پئے شہباز اوج قرب خاص کبریا
آن عماد الدین قلندر نیر برج علا ❁ بہر او کن لطف یارب برمن مسکین گدا
خالقا آمرز گارا انت تواب رحیم
جز تو آخر جرمہائے ما کہ بخشد اے کریم

مطلع نورولایت مظہر سر خدا ❁ سابح دریائے قرب وعابر بحر فنا
قطب دوران ومجیب دعوۂ بسیارما ❁ بہرآن ہادی دین بشنو فغان این گدا
خالقا آمرز گارا انت تواب رحیم
جز تو آخر جرمہائے ما کہ بخشد اے کریم
آن شہ عالی مکان غوث زمان قطب زمین ❁ نعمت اللہ ولی حق شفیع المذنبین
بہر آن فرد زمان وپیشوائے اہل دین ❁ واز پئے شیخے کہ مصباحیست بہر طالبین
خالقا آمرز گارا انت تواب رحیم
جز تو آخر جرمہائے ما کہ بخشد اے کریم
از برائے آنکہ بدرالدین والملۃ بود ❁ ذات پاکش درمیان ماہمہ رحمت بود
رونق بزم حقیقت نور درعزلت بود ❁ گمرہان را رہنما وپیر وسنت بود
خالقا آمرز گارا انت تواب رحیم
جز تو آخر جرمہائے ما کہ بخشد اے کریم
ہے نہ خواہش نام کی خواہاں نہ کچھ ہوں داد کا ❁ یہ مناجات اپنی ہے نالہ دل ناشاد کا
تو ہی ہے فریادرس یارب میری فریاد کا ❁ آسرا رکھتا ہے یہ بندہ تیری امداد کا
خالقا آمرز گارا انت تواب رحیم
جز تو آخر جرمہائے ما کہ بخشد اے کریم

یہ میلاد نامہ کافی قدیم ہے،لیکن قدامت زبان کے باوجود اس کتاب کو پڑھنے سے جی نہیں اکتاتا ہے، بلکہ روانی و سلاست،توازن الفاظ اور ایجاز کے باعث اس میلاد نامہ کو پڑھنے میں دلچسپی برقرار رہتی ہے، یہی اس کا رنگ خاص ہے، اس میلاد نامہ کو میلاد خوانی کی محفلوں میں خاصی مقبولیت حاصل ہوئی اور اس کو بڑے ذوق وشوق سے پڑھا جاتا رہا،اس اعتبار سے یہ کہنا مناسب ہوگا کہ حکیم صاحبؒ نے یہ میلاد نامہ لکھ کر نہ صرف میلاد کی روایت کو آگے بڑھایا بلکہ عوامی حلقوں میں بھی میلاد کی ترویج وتشہیر میں ’’انتخاب میلاد‘‘ کا ایک خاص عمل دخل ہے۔

میلاد الرسول کے مصنفؒ :

حضرت مولانا شاہ حسن میاں پھلواروی، حضرت قبلہ مولانا شاہ محمد سلیمان قادری چشتی پھلواروی رحمۃ اللہ علیہ کے خلف اکبر تھے۔ ۱۳۰۶ھ میں پیدا ہوئے۔ پھلواری شریف کے مختلف علماء سے درسیات پڑھیں۔ ۱۳۳۱ھ کو پچیس سال کی عمر میں رحلت

فرمائی۔اس کم عمری میں بھی انہوں نے چوبیس پچیس کتابیں تصنیف کیں۔نہایت بالغ الاستعداد اہل قلم تھے۔پاکستان کے مشہور محقق وادیب مولانا حسن مثنیٰ ندوی ان کے صاجزادے تھے۔حضرت شاہ حسن میاں رحمۃ اللہ علیہ کو اپنے بڑے ماموں حضرت مولانا شاہ صفت اللہ پھلواروی رحمہ اللہ سے بیعت تھی۔اجازت وخلافت الباس خرقہ کے ساتھ حضرت فیاض المسلمین مولانا سید شاہ محمد بدرالدین قادری قدس سرہ سے تھی۔

شاہ حسن میاں کی حسب ذیل تصنیفات دفتر معارف پھلواری شریف سے شائع ہوئی تھیں :

(۱) میلاد الرسول

(۲) رسالہ سماع موتی

(۳) تذکرۂ سہروردیہ

(۴) حب رسول

(۵) سیرۃ نبوی

(۶) غم حسین

(۷) شہادت حسین

(۸) گریہ وبکا مع مشکل کشا

میلاد الرسول :

یہ میلاد نامہ اکتالیس صفحات پر مشتمل ہے۔ہمارے پیش نظر قلمی نسخہ ہے جو خط نستعلیق میں لکھا گیا ہے،مخطوطہ مصنف کے قلم کا لکھا ہوا ہے،اس لیے کہ صفحہ ۲۷ پر ایک جملہ میں ترمیم کی گئی ہے،پہلے یہ جملہ تھا''جو اللہ ہی کا ہو رہے گا تو اللہ کارساز بن کا جائے گا،بعد میں اس میں ترمیم کی گئی اور اس کو یوں لکھا گیا''جو اللہ ہی کا ہو رہے گا تو اللہ اوسکا کارساز بن جائے گا''۔اس میں زبان وبیان کی فصاحت وبلاغت کو مدنظر رکھا گیا ہے۔میلاد الرسول تصنیف کے اعتبار سے ۸۰ (اسی) سال سے بھی زیادہ قدیم ہے لیکن قدامت کے باوجود زبان میں اس قدر سلاست وسادگی اور اسلوب میں ایسی دل نشینی ہے کہ تفہیم وابلاغ میں کوئی اشکال پیدا نہیں ہوتا بلکہ میلاد الرسول کو پڑھنے اور سننے سے ایسا لگتا ہے کہ یہ موجودہ دور کی لکھی ہوئی کتاب ہے۔مضامین کو پر کیف اور پرتاثیر کرنے کے لیے جا بجا عربی اور فارسی الفاظ کا بھی استعمال کیا گیا ہے۔مصنفؒ نے اس میں لفظوں کے استعمال،جملوں کی ساخت اور طرز بیان کو دلچسپ بنانے میں خاصی توجہ سے کام لیا ہے اسی وجہ سے ان کا اسلوب سہل،رواں اور متحرک ہے۔کہیں کہیں عبارات کے درمیان موقع ومحل کی مناسبت وموافقت سے عربی،فارسی اور اردو کے اشعار سے بھی بیان کو مؤثر بنایا گیا ہے۔میلادیہ مضامین کے علاوہ اس میں درود شریف کی بھی فضیلت بیان کی گئی ہے۔

مولانا شاہ حسن میاں صاحبؒ نے اس میں علمی انداز برقرار رکھا ہے، انہوں نے روایات وواقعات کی سند وصحت پر خاصی توجہ دی ہے، روایات و بیانات کو مستند اور معتبر کتابوں سے اخذ کیا ہے، مبالغہ آرائی سے پرہیز کیا ہے یہی وجہ ہے کہ انہوں نے نہ کہیں کسی ضعیف روایت کا سہارا لیا ہے اور نہ کوئی غیر معروف واقعہ تحریر کیا ہے، معجزات بھی وہی منتخب کر کے لکھے گئے ہیں جن کا ذکر احادیث وسیر میں ملتا ہے۔کہیں کہیں روایات و بیانات کے بعد کتابوں کے حوالے لکھے گئے ہیں خصوصا آیات قرآنی کے بعد ''پارہ، سورہ، اور رکوع'' نمبر درج کرنے کا اہتمام کیا گیا ہے۔الفاظ حدیث نقل کرنے کے بعد کتب حدیث کے نام کو مخفف لکھا گیا ہے یعنی مسلم شریف کے لئے مس، سنن الترمذی کے لئے ت لکھا گیا ہے۔ یہ میلادنامہ اپنی فنی خوبیوں کی وجہ سے عام وخاص میں بے حد مقبول ہوا، پھلواری شریف کے علماء ومشائخ نے بھی اس کو خوب پسند فرمایا ہے یہی وجہ ہے کہ ہر سال ماہ ربیع الاول میں محافل میلاد پاک میں اس کو پڑھنے کا اہتمام کیا جاتا ہے۔

میلاد الرسول کے بارے میں معارف پھلواری شریف میں کتاب کا اشتہار حسب ذیل تعارفی الفاظ کے ساتھ ہوتا تھا :

''میلاد شریف کی کتابوں میں اپنے طرز کی پہلی کتاب ہے جس میں جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے مناقب، فضائل، اخلاق، حضور کی نسبت، اگلے نبیوں کی بشارات، ایام جاہلیت کے حالات اور ولادت باسعادت کے تمام واقعات، تمام تر قرآن پاک، کتب سابقہ اور حدیث وتاریخ کی صحیح روایات سے نہایت محققانہ اور پاکیزہ اسلوب سے دلچسپ عبارت پر ذوق وشوق الفاظ اور سراپا عشق ومحبت کی زبان میں لکھے گئے ہیں جسے ملک کے اہل علم بزرگوں نے بے حد پسند کیا ہے''۔

اس میں حضرت مولانا حسن میاں صاحبؒ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت کے علاوہ حضرات انبیاء علیہم السلام کا بھی مختصر تذکرہ دل پذیر انداز میں کیا ہے۔انبیاء علیہم السلام کا ذکر بہت کم میلاد ناموں میں دیکھنے کو ملتا ہے۔حضرت مولانا موصوفؒ نے جس دور میں یہ میلاد نامہ لکھا اس کو' میلاد ناموں کا جدید دور'' کہا جاتا ہے جو ۱۸۵۷ء سے ۱۹۴۷ء تک کے دور پر محیط ہے۔ ۱۸۵۷ء کا سال تاریخ ہند میں کافی اہمیت کا حامل ہے کیونکہ اسی سال ہندوستان میں ایک نئے عہد کا آغاز ہوا، مسلمانوں کا اقتدار جاتا رہا اور انگریزوں کا تسلط قائم ہوتا گیا۔مسلمانوں پر ظلم وستم اور قتل وغارتگری کا بازار گرم ہوا۔مسلمانوں کو مذہب سے دور کرنے کی بھرپور کوششیں ہوئیں، اس کے ساتھ یہ بھی کوشش کی گئی کہ اسلام اور بانی اسلام حضرت رسول اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات گرامی پر حملے کئے جائیں اور انبیاء کرام علیہم السلام خصوصا نبی کریم کی سیرت واخلاق اور واقعات ومعجزات کو توڑ مروڑ کر پیش کیا جائے تاکہ مسلمانوں کے دلوں میں اسلام اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرت مقدسہ کے بارے میں شکوک وشبہات پیدا کر کے ان کے دلوں سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے والہانہ عشق ومحبت اور وابستگی وعقیدت کو کمزور کیا جائے۔اسی زمانہ میں ایک اور فتنہ پیدا ہوا، وہ یہ کہ انگریزوں کی منصوبہ بند سازش کے تحت مرزا غلام احمد قادیانی نے ۱۸۹۱ء میں مسیح موعود اور مہدی ہونے کا دعویٰ کیا جس کی وجہ سے مسلمانوں میں اختلاف پیدا ہوا، ایسے حالات میں مشائخ وصوفیہ، علماء وفقہاء نے اپنی تحریر وتقریر سے

اسلام کی مدلل مدافعت کی ،دندان شکن مسکت جواب دینے کے لئے مختلف کتابیں لکھیں۔اسی دور میں مخالفوں کی تردید اور ردعیسائیت کے لئے کافی تحریکات رونما ہوئیں،تحریک سیرت کے تحت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے والہانہ عشق ومحبت کے اظہار کے لئے محافل ومجالس میلاد کو فروغ ملاجن کی کثرت نے مسلمانوں میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت،حسب نسب،بعثت،خصائل وشمائل اورواقعات ومعجزات کو عام کرنے میں اہم کردارادا کیا۔ان محافل میلاد کے لئے میلادیہ تصانیف منظرعام پرآئیں اورمقبول ہوئیں۔

میلادنگاروں نے مسلمانوں کی دینی تربیت اوران کے عقائد کی اصلاح کے واسطے اسلام کی صحیح تاریخ اور نبی کریم ﷺ کی سیرت طیبہ کوصحت وسند کے ساتھ بیان کیا۔میلادنگاروں نے سیرت نبوی کے مختلف پہلوؤں پرقلم اٹھا کرایک بڑی ضرورت کو پوراکیااورایک اہم دینی خدمت انجام دی،وہ تمام عناوین جوبڑی کتابوں میں منتشر تھے،ان کتابوں تک عوام کی رسائی مشکل تھی، میلادنگاروں نے ان تمام عنوانات کوعوامی حلقوں تک پہنچانے میں بھرپورکردارادا کیا،میلادناموں کے نتائج وثمرات یہ ہوئے کہ ملک کے گوشے گوشے میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ذکر کے ساتھ مسلمانوں کے دلوں میں محبت وعقیدت بڑھتی گئی، مسلمانوں کے دلوں میں حضور ﷺ کی ذات اقدس سے والہانہ عشق ومحبت کا جذبہ موجزن ہوااوروہ مختلف گمراہ کن تحریکوں سے محفوظ رہےاورمسلمانوں کی ایک بڑی تعدادسیرت نبوی ﷺ سے متعارف ہوئی۔

حضرت مولاناشاہ حسن میاں پھلواروی ؒ نے بھی اسی کے پیش نظرسیدالانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ انبیاء علیہم السلام کے تذکرہ کوشامل کتاب کیاہے تاکہ مسلمانوں کوروایات صحیحہ کاعلم ہو،ان کے عقائد کی اصلاح ہو،اوروہ مخالفین کی سازشوں سے محفوظ رہیں۔حضرت شاہ صاحبؒ میلادنامے کی ابتداکرتے ہوئے فرماتے ہیں :

”ہم مسلمانوں کاعقیدہ ہےکہ ازل میں خداکی اکیلی پاک ذات تھی اورکچھ نہ تھا :

آفرینش کاجبکہ طورنہ تھا ❁ اللہ اللہ تھا کوئی اور نہ تھا

نہ یہ زمیں وآسمان تھے۔نہ مکین ومکان۔نہ دنیااوردنیاکی چیزوں کاوجوداورنہ کہیں حضرت انسان کانام ونشان۔پھراوس پاک اوراکیلے خداوند نے اپنی قدرت کاملہ سے دنیااوردنیاکی سب چیزوں کوپیداکیاآسمان اورزمین جیسی بڑی اور شاندارمخلوق بنائی۔چاندسورج اور چھوٹے بڑے جگمگاتے ستاروں سے آسمان کو زینت بخشی ،زمین کوطرح طرح کی خوشنما،خوبصورت،اورزندگی بخشنے والی چیزوں سے آراستہ کیا۔

سپاس ومنت وعظمت خدارا ❁ کہ پیداکرداین ارض وسمارا

آسمان وزمین کے اندرہزاروں قسم کی جانداراوربے جان چیزیں بنائیں فرشتے،جن،اوربیشمارقسموں کے حیوان پیدا کئے جن کی گنتی اوس پروردگارعالم کےسواکوئی نہیں جان سکتا“۔۔۔(ص:۲)

دنیااوراس کی چیزوں کی تخلیق وتزئین کے بیان کے بعد حضرت آدم علیہ السلام اوران کے فضائل وکمالات کے سلسلے میں تحریرفرماتے ہیں :

’’پھرانسان کی پیدائش منظورہوئی سیدنا آدم علیہ السلام عدم سے وجود میں لائے گئے اور دنیا میں ان کی نسل جاری ہوئی ۔حضرت آدم علیہ السلام کی نسل کو خدا نے اپنی بہتیری مخلوقات پر برتری و بزرگی دی اوران کو روئے زمین پرحکمران بنایا۔تمام چیزوں کوان کا تابع فرمان کردیا۔اورفرمایاکہ’’دنیاکی ساری نعمتیں اورسب چیزیں تمہارے ہی لیے پیدا کی گئی ہیں‘‘۔ــــ(ص:۲)

ابوالبشر حضرت آدم علیہ السلام کے بعد اللہ تعالیٰ نےلوگوں کی ہدایت واصلاح کے واسطے دوسرے انبیاء علیہم السلام کو مبعوث فرمایا،جولوگ پیغمبروں پر ایمان لائے اوران کی اتباع کی وہ کامیاب ہوئے اورجن لوگوں نے سرکشی کی اورانہیں جھٹلایاوہ ہلاک وبرباد ہوئے ۔شاہ صاحبؒ نے حضرت صفی اللہ علیہ السلام اوردیگر انبیاء علیہم السلام کاذکرعالمانہ اورمؤثر انداز میں کیاہے،وہ فرماتے ہیں :

’’ابوالبشر صفی اللہ آدم صلوات اللہ علیہ کو خدا نے اپنی خلافت کا خلعت خاص عطا فرمایا۔اوریہ خلافت ہمیشہ کے لئے اولاد آدمؑ کے سپردہوئی تاکہ وہ دنیامیں امن وامان اورحق پرستی قائم رکھے ۔مگرافسوس سرکش اورنادان انسان نے اپنی قدرنہ جانی اوراس خلافت کے حقوق کی کوئی رعایت نہ کی ۔بلکہ کفروضلالت اورظلم وفساد سے دنیا کوتباہ و برباد کرنا شروع کیا۔لیکن خدائے پاک کے بے پایاں فضل وکرم کو دیکھوکہ اس نے انہیں انسانوں میں کچھ ایسےلوگ منتخب فرمائے جو ہمیشہ اس خلافت کو دنیامیں قائم رکھیں ۔اورہدایت واصلاح اہل دنیاکی کرتے رہیں ۔چنانچہ عادت الٰہی جاری رہی کہ جب جب مخلوق دینی ودنیوی،روحانی واخلاقی تباہی میں پڑی تواس نے اپنے کسی نہایت برگزیدہ بندے کو جورسول نبی کہلاتا ہے اس ہلاکت سے بچانے اوررہنمائی کرنے کے لئے بھیجا۔

حضرت آدم علیہ السلام کے بعدحضرت شیث علیہ السلام پھرحضرت ادریس علیہ السلام پیغمبر ہوئے ۔سیدناادریس کے بعدرفتہ رفتہ قوم میں بت پرستی پھیل گئی اورلوگ شرک وکفرمیں مبتلا ہوگئے یہاں تک کہ حضرت سیدنا نوح سلام اللہ تعالیٰ علیہ کی نبوت ہوئی جوقریباایک ہزاربرس کی مدت درازتک منادی اوراصلاح قوم کی انتہائی کوشش کرتے رہے پھر منکرون کا جوحال ہونا تھاوہ ہوکررہا۔طوفان نوح نے سرکشون کی ناپاک ہستی کوصفحہ دنیاسے حرف غلط کی طرح مٹادیالیکن تھوڑے عرصہ کے بعد پھردنیامیں گمراہی پھیلی ۔پروردگارجل جلالہ نےقوم عاد میں سیدنا ہودکو،اورقوم ثمود کی طرف سیدنا صالح کوبھیجاپھرسیدنالوط اپنی قوم کی طرف بھیجے گئےعلیہم السلام جن لوگوں نے ہدایت کی راہ اختیارکی اورخداکےپیغمبروں پر ایمان لائے وہ توابدی فلاح سے کامیاب ہوئےلیکن جنہوں نےنبیوں کوجھٹلایا،شوخی،انکار،سرکشی اورفساد سے کام لیاوہ سب آسمانی عذاب سے ہلاک وبربادہوگئے۔

ملک شام میں جب کہ بت پرستی کا بازار گرم تھا،لوگ خدا پرستی چھوڑ کر بت پرستی اور خود پرستی کرنے لگے تھے۔نمرود شقی خدائی کا دعویدار تھا کہ یکا یک بتکدہ آزر سے توحید کی ایک جگمگاتی ہوئی روشنی نمودار ہوئی یعنی ان لوگوں میں سیدنا ابراہیم خلیل اللہ صلوات اللہ علیہ وعلی آلہ بھیجے گئے جنہوں نے قوم کی باطل پرستی کو مٹا کر حق کا کلمہ بلند کیا‘‘۔۔۔(ص:۳-۵)

مخالفین ومعاندین شروع سے یہ اشکال کر کے مسلمانوں کو گمراہ کرنے کی کوششیں کرتے رہے ہیں اور آج بھی کر رہے ہیں کہ حضرت یعقوب علیہ السلام جن کو اسرائیل بھی کہتے ہیں،ان کے بعد تمام انبیاء علیہم السلام ان ہی کی نسل میں بھیجے گئے اس لیے حضرت سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم بھی بنی اسرائیل میں سے ہی ہیں۔دوسری طرف یہود مانتے تھے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بنی اسماعیل سے ہیں لیکن ان کو یہ اشکال تھا کہ اگر آپ ﷺ نبی برحق ہوتے تو بنی اسرائیل میں سے ہوتے۔مولانا شاہ حسن میاں پھلواروی ؒ نے انبیاء بنی اسرائیل کا تذکرہ کرتے ہوئے ان کے بعض اقوال کو نقل کیا ہے،اس کے علاوہ ان گمراہ کن اشکال کا ازالہ بھی عام فہم انداز میں کیا ہے اور یہ ثابت کیا ہے کہ آپ ﷺ بنی اسماعیل میں سے ہیں چنانچہ وہ فرماتے ہیں :

’’حضرت اسحٰق بن ابراہیم علیہ السلام ملک شام ہی میں رہے۔ان کے صاحبزادے حضرت یعقوب علیہ السلام ہوئے جن کا دوسرا نام اسرائیل تھا۔انہیں کی نسل بنی اسرائیل کہلاتی ہے۔بنی اسرائیل میں لگاتار صدہا انبیاء بھیجے گئے۔حضرت سیدنا یوسف،حضرت ایوب،حضرت شعیب،حضرت کلیم اللہ موسیٰ،حضرت ہارون،حضرت عزیر،حضرت ذوالکفل،حضرت الیسع،حضرت الیاس،حضرت داؤد،حضرت سلیمان،حضرت زکریا،حضرت یحییٰ،اور حضرت عیسیٰ مسیح صلوات اللہ وسلامہ علی نبینا وعلیھم اجمعین یہ سب حضرت خلیل اللہ ابراہیمؑ کی پاک ذریت (نسل) اور بنی اسرائیل کے پیغمبران ذیشان ہیں۔

ان میں حضرت سیدنا موسیٰ کلیم اللہ سلام اللہ علیہ بڑے اونچے مرتبہ اور بلند رتبے کے پیغمبر ہوئے ہیں جن سے خدائے پاک کوہ طور پر بلا واسطہ ہم کلام ہوا۔’’ وکلم اللہ موسی تکلیما ‘‘موسیٰ علیہ السلام کے بعد بنی اسرائیل میں جتنے نبی آئے وہ عموماً انہیں کی کتاب ’’توراتِ مقدس‘‘ اور انہیں کی شریعت کی تائید وتجدید فرماتے رہے۔

بنی اسرائیل کے سب سے پچھلے مگر برتر شان والے رسول حضرت روح اللہ عیسیٰ مسیح علیہ الصلوٰۃ والسلام ہیں جن پر انجیل شریف نازل ہوئی۔سیدنا مسیح علیہ السلام نے اپنی متوکلانہ آزاد اور پاک زندگی کی تھوڑی مگر مبارک مدت کو برابر وعظ ونصیحت اور منادی ہی میں بسر فرمایا۔حضرت مسیح کی منادی کا سب سے اہم اور شاندار حصہ یہ تھا کہ :

’’لوگو! میں تمہیں اپنے بعد ایک ایسے رسول کے آنے کی بشارت دیتا ہوں جو اس جہان کا سردار ہے‘‘

یعنی اب سلطان دارین شہنشاہ کونین سرور عالم رسول اکرم حضرت احمد مجتبیٰ محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لانے والے ہیں۔

سید و سرور محمد نور جان ❁ بہتر و مہتر شفیع مجرمان

خدا نے بنی اسرائیل میں کثرت سے پیغمبر بھیجے۔اور ہر ایک کو ایک خصوصیت دی۔کسی میں سطوت و جلالت کی

شان تھی ،کوئی فقر ومسکنت کی شان رکھتا تھا ،بعضوں نے سلطنت اور بادشاہت کی ،اور بعض نے ترک وتجرید کے ساتھ درویشانہ زندگی بسر کی ۔اسی طرح فضائل میں بھی ایک کو دوسرے سے ممتاز فرمایا۔مگر بنی اسرائیل کے دوسرے بھائی بنی اسمٰعیل کی قوم میں حضرت سیدنا اسمٰعیل علیہ السلام کے بعد سے اس وقت تک جب کہ مسیح علیہ السلام کا دوردورہ بھی ختم ہوچکا کوئی نبی پیدا نہوا۔بزرگان دین یہ نکتہ بیان فرماتے ہیں کہ منظور یہ تھا کہ اسمٰعیل علیہ السلام کی اولاد میں صرف ایک ہی رسول بھیجا جائے گا۔مگر وہ ایسا رسول ہوگا جو تمام انبیاء بنی اسرائیل کی سب شانوں اور کل خوبیوں کا جامع ہوگا۔

لیس علی اللہ بمستنکر ۞ ان یجمع العالم فی واحد

چنانچہ وہ ذات مجتمع صفات ہمارے حضور پرنور سیدنا محمد رسول اللہ علیہ وآلہ الصلوۃ والسلام کی تھی جن کو خدا نے ہمہ صفات موصوف فرمایا‘‘۔۔۔(ص:۶-۹)

۱۸۵۷ء کے بعد مسلمانوں کے سامنے ایک نیا فتنہ ابھر کر آیا جس کو فتنہ قادیانیت کہا جاتا ہے ،جب مرزا غلام احمد قادیانی نے مسیح موعود ہونے کا دعویٰ کیا تو مسئلہ ’’ختم نبوت‘‘ کے سلسلہ میں مسلمانوں میں کافی خلاف واختلاف پیدا ہوا ،ذہنی انتشار کی فضا پیدا ہوئی ۔اس جھوٹے نبی اور اس کے ماننے والوں کو علماء ومشائخ نے مدلل جواب دیا اور اس فرقہ باطلہ کی سرکوبی کے لئے قصر باطل پر آسمانی بجلی بن کر گرے ۔چونکہ اس فرقہ کے عقائد وخیالات ،دین اسلام کے مخالف ومنافی ہیں اسی لیے علماء نے قادیانیوں کو مطلقا کافر کہا ہے اور دین اسلام سے خارج قرار دیا ہے۔

مولانا شاہ حسن میاں پھلواروی ؒ نے اس میلاد نامہ میں لوگوں کی ہدایت واصلاح کے لیے دلائل کی روشنی میں یہ ثابت کیا ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم آخری نبی اور رسول ہیں آپ ﷺ کی ذات پاک پر نبوت ورسالت تمام کر دی گئی آپ کے بعد کوئی نبی اور رسول نہیں آئیں گے اور کوئی نبوت ورسالت کا دعویٰ کرتا ہے تو جھوٹا ہے چنانچہ وہ فرماتے ہیں :

’’اوراسی ذات گرامی پر نبوت ورسالت ختم بھی کر دی گئی کیونکہ آپ کی بعثت ایسے زمانہ میں ہوئی جب کہ دنیا کی مذہبی ،اخلاقی اور تمدنی ضرورتیں بہت وسیع ہو چکی تھیں لہذا آنحضرت کو ایک ایسا مکمل قانون اور ایک روشن اور مضبوط شریعت دی گئی جو انسان کی تمام دینی دنیوی ،جسمانی وروحانی ،اخلاقی اور قومی ضرورتوں کو کافی اور سب باتوں کو شامل ہو۔اور ساری دنیا بہ آسانی وبخوبی اس کی پیروی اور عملدرآمد کر سکے۔

وہ مقدس شریعت جس کو تورات میں سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے ’’روشن شریعت‘‘ فرمایا۔بس اس روشن شریعت (شریعت اسلام) کے بعد جو دنیا میں ہمیشہ کے لیے قائم کی گئی ہے کسی دوسری شریعت اور کسی دوسرے نبی کے آنے کی قیامت تک کوئی ضرورت باقی نہ رہی ،اسی لئے آپ ’’خاتم النبیین‘‘ ہوئے اور ختم نبوت کے ساتھ ہی یہ اعلان کر دیا گیا کہ ’’قیامت تک کے لیے اب دین خدا کے نزدیک صرف اسلام ہے‘‘۔اور یہ کہ ’’اسلام کے سوا جو شخص کوئی اور دین اختیار کرے گا وہ ہرگز مقبول نہ ہوگا‘‘۔نجات کا دارومدار اسلام ہی پر ہے اور بس۔ ان الدین عند اللہ الاسلام.

حضرت سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گرچہ اپنے ظہور کے اعتبار سے سب سے پچھلے پیغمبر ہیں لیکن مقصود ومطلوب اصلی ہونے کے لحاظ سے سارے موجودات سے اول واقدم۔ اور باعتبار کثرت کمالات ومناقب کے تمام نبیوں سے افضل و مقدم ہیں :

اے ختم پیمبران مرسل ❁ حلوائے پسین وملح اول
سرخیل توئی وجملہ خیل اند ❁ مقصود توئی ہمہ طفیل اند

حدیث صحیح میں وارد ہے کہ خود رسول خدا (روحی لہ الفداء) نے ارشاد فرمایا کہ :

''میں خدا کا بندہ اور رسول خاتم الانبیاء (ہو چکا) تھا اس وقت جب کہ آدمؑ کا جسم خاکی تیار بھی نہ ہوا تھا''۔

نیز بعض صحابہ کے سوال کے جواب میں فرمایا :

''میں اس وقت سے نبی ہوں جب کہ آدم علیہ السلام اپنی روح اور بدن کے درمیان تھے''۔

بلند آسمان پیش قدرت خجل ❁ تو مخلوق و آدم ہنوز آب وگل''

—(ص:۱۲-۱۴)

تمام علماء ومشائخ درود شریف کی فضیلت کے قائل ہیں۔شاہ صاحبؒ نے بھی درود وسلام کے فضائل، برکات وثمرات اور اس کے فوائد کا ذکر کیا ہے، اور حدیث کی مختلف کتابوں کے حوالے سے ثابت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود وسلام بھیجنے سے محتاجی دور ہوتی ہے، لاکھوں دین ودنیا کے فوائد حاصل ہوتے ہیں، خوف وہلاکت کے اوقات میں درود پڑھنے والے کو اس خوف وہلاکت سے نجات ملتی ہے، مہمات ومشکلات اور افکار وترددات کے دور ہونے میں اور قضائے حاجات کے لیے درود وسلام اکسیر ہے چنانچہ وہ تحریر فرماتے ہیں :

حضرت ابی ابن کعب رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں چاہتا ہوں کہ آپ پر درود پڑھوں تو اپنے اوقات اور اس سے کس قدر درود کے لیے مقرر کروں ارشاد ہوا جتنا وقت چاہو درود میں صرف کرو حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے عرض کیا، ایک چوتھائی وظیفہ میرا حضرت پر درود ہوگا، حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس قدر چاہو صرف کرو، اگر اس سے زیادہ کرو تو بہتر ہے، انہوں نے عرض کیا نصف صرف کرونگا، حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس قدر چاہو اگر زیادہ کرو تو تمہارے حق میں بہتر ہوگا، انہوں نے عرض کیا دو تہائی صرف کروں، حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس قدر چاہو اگر اس سے زیادہ پڑھو تو بہتر ہے، حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے عرض کیا جعلت لك صلوتی کلھا یعنی اے حضور صلی اللہ علیک وسلم اپنے ورد کا تمام وقت درود ہی میں صرف کرونگا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اذاً یکفی ھَمُّكَ ویُکفر ذَنبُكَ یعنی اب اللہ تعالیٰ تمہارے تمام مہمات دینی واخروی کو کفایت کرے گا اور گناہوں کا کفارہ ہو جائے گا''—(ص:۲۶-۲۷)

مذکورہ بالا حدیث ’’المنتخب من مسند عبد بن حمید: ۱/ ۸۹‘‘ میں مندرج ہے۔ کچھ مہینے، دن اور اوقات ایسے ہیں کہ جن میں کثرت درود کے بے شمار فضائل وفوائد ہیں چنانچہ وہ مولانا موصوف رقمطراز ہیں :

’’ارشاد ہے کہ جمعہ کے دن بہت زیادہ درود بھیجو کیونکہ تمہارا درود بھیجنا میرے سامنے پیش ہوتا ہے اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ تمہارا درود جب تم پڑھتے ہو مجھ پر پیش ہوتا ہے اس لئے مجھ پر درود بہت بھیجا کرو خصوصا جمعہ کے دن۔ جمعہ کا دن فضیلت کا دن ہے۔ اور اس دن کو آپ سے مناسبت ہے کیونکہ جمعہ دنوں کا سردار ہے اور آپ اولین وآخرین سب کے سردار ہیں۔ بزرگوں نے کثرت کا ادنٰی درجہ ایک سو بتایا ہے۔ جس طرح درود کی کثرت جمعہ کی رات اور دن میں فضیلت رکھتی ہے دوشنبہ اور شنبہ اور دیگر افضل ایام اور مہینہ میں جیسے ربیع الاول، رجب، شعبان، رمضان میں کثرت درود کے بے شمار فوائد ہیں...... جو شخص جمعہ کے دن درود بھیجتا ہے میرے سامنے پیش ضرور ہوتا ہے ایسا نہیں ہے کہ کوئی جمعہ کے دن درود بھیجے اور میرے سامنے پیش نہو :

لیس یصلی علی احد یوم الجمعۃ الا عرضت علی صلوتہ ـــ مس (مس سے مراد حدیث کی مشہور کتاب مسلم شریف ہے)۔۔۔ (ص: ۲۱)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری کی پیش گوئی کسی نہ کسی انداز میں صحائف ماضیہ اور اگلی مذہبی کتابوں میں موجود ہے، میلاد الرسول میں ان پیش گوئیوں کا بھی تذکرہ ہے۔ ولادت مبارکہ سے قبل دنیا کی حالت بہت نازک اور ناگفتہ بہ تھی، حق پرستی اور خدا پرستی کی بجائے باطل پرستی اور بت پرستی رائج تھی، غرباء، ضعفاء، مساکین، بے بسوں، اور بے کسوں پر ظلم و ستم کرنا معمول بن گیا تھا۔ مصنف نے ان برائیوں کو مختصر مگر جامع اور مؤثر انداز میں بیان کیا، انداز بیان اس قدر عمدہ ہے کہ پڑھنے اور سننے والوں کی آنکھوں کے سامنے اس زمانہ کا منظر آجاتا ہے چنانچہ وہ فرماتے ہیں :

’’اس وقت دنیا کی عجب نازک حالت تھی، عالم میں ہر طرف گمراہی چھائی ہوئی تھی، کوئی قوم اپنے ہادی و پیشوا کے بتلائے ہوئے صحیح دین پر قائم نہ تھی۔ بنی اسرائیل کی وہ معزز قوم جسے خدا نے ہر طرح کی نعمتوں سے مالا مال فرمایا تھا، جسے دنیا کے لوگوں پر فضیلت دی گئی تھی جسے سلطنت وحکومت، نبوت و رسالت اور سب دینی و دنیوی برکتوں سے ممتاز کیا گیا تھا۔ اور جس میں حضرت ابراہیم سے لے کر حضرت عیسیٰ مسیح تک صدہا برگزیدہ پیغمبر بھیجے گئے تھے اور جو آسمانی متبرک کتابوں اور رسولوں کے مقدس صحیفوں کی حامل بنائی گئی تھی خصوصا تورات شریف (جسے خدا نے امام، ہدیٰ، نور اور رحمت فرمایا) جس کو عطا کی گئی تھی افسوس اس قوم کا یہ حال ہو رہا تھا کہ توحید ان سے گم، حق پرستی و خدا پرستی ان سے غائب، خیالات ان کے فاسد، عقائد ان کے باطل، افعال ان کے شرمناک، اور اخلاق ان کے ناپاک، یہودیوں کا ایک گروہ حضرت عزیر کو خدا کا بیٹا کہتا۔ اور نصاریٰ حضرت عیسیٰ کو ابن اللہ کہتے، اور تثلیث والوہیت مسیح کا اعتقاد رکھتے تھے‘‘۔۔۔ (ص: ۳۱۔۳۲)

حضرت مولانا شاہ حسن پھلواروی ؒ میلاد ناموں کی روش کے مطابق پہلے نور محمدی ﷺ کا بیان کرنے کے بعد نبی کریم

صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت مقدسہ کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں :

”بالآخر دوشنبہ ۱۲ ربیع الاول سن ایک عام الفیل و ۵۷۰ء کو صبح صادق کے وقت وہ نیر تابان رسالت، وہ آفتاب جہاں تاب نبوت مطلع عرب سے طلوع ہوا جس کی چمک و دمک نے دنیا کی تمام تاریکیوں کو دور کرکے ہر طرف اجالا پھیلا دیا۔اور جس کی نورانی شعاعوں کے انعکاس نے ریگستان کے ذرے ذرے کو غیرت خورشید بنادیا بلکہ ہر آبادی وکوہ و دشت و بیابان اس کی تابانی سے جگمگانے لگا۔اور دنیا میں ”ظلمات فوق ظلمات“ کے بجائے ”نور علی نور“ کا دلکش سماں نظر آنے لگا۔

وہ مطلع انوار قدم، سید بنی آدم، سرور دو عالم، سلطان العرب والعجم، صاحب التاج والمعراج والبراق والعلم، رسول عربی، نبی امی، فداہ روحی وابی وامی، وہ جن کی بعثت کی دعاء ابراہیم خلیل اللہ نے کی، وہ جن کی کلیم اللہ موسیٰ نے خبر دی، وہ جن کی داؤد وسلیمان نے مدح وثنا فرمائی، وہ جن کی یحییٰ وعیسیٰ نے بشارت دی، اور وہ جن کو مسیح نے ”اس جہان کا سردار“ بتلایا، ہمارے آقائے نامدار، ولی نعمت، سرکار عالی وقار، حضور پرنور خاتم النبیین، رحمۃ للعالمین، سیدنا ونبینا وشفیعنا و مولانا محمد رسول اللہ صلوٰۃ اللہ وسلامہ علیہ وعلی جمیع المرسلین اس عالم میں تشریف لائے“۔۔۔(۳۳-۳۴)

دیگر میلاد ناموں کی طرح اس میں بھی سلام بحضور سید الانبیاء ﷺ بوقت ولادت لکھا گیا ہے۔علماء فرماتے ہیں کہ وقت ذکر ولادت مبارکہ سب کا کھڑے ہوکر درود و سلام پڑھنا مستحسن ہے تاکہ فرشتے، رسول اللہ ﷺ کی خدمت عالیہ میں مسلمانوں کا تعظیمی قیام وسلام پیش کریں، اسی خیال کی بدولت محافل میلاد میں سب سلام مع قیام پڑھتے ہیں۔حضرت شاہ صاحبؒ نے بڑے حضور حضرت نصر قدس سرہٗ کا لکھا ہوا سلام بعنوان ”قیام“ پیش کیا ہے، سلام کے اشعار مندرجہ ذیل ہیں :

سلام بحضرت خیر الانام صلوٰۃ اللہ وسلامہ علیہ وعلی آلہ وصحبہ اجمعین الی یوم القیام

از: حضرت مصباح الطالبین مولانا شاہ محمد علی حبیب نصر قادری پھلواروی قدس اللہ سرہ

السلام اے مظہر نور خدا ❁ السلام اے خواجہ ہر دوسرا
السلام اے صاحب جود و کرم ❁ السلام اے مورد رحم اتم
السلام اے آفتاب دو جہان ❁ السلام اے مالک کون ومکان
السلام اے واقف اسرار غیب ❁ السلام اے باعث اظہار غیب
السلام اے مقتدائے مسلمان ❁ السلام اے رہنمائے گمرہان
السلام اے کوکبِ برجِ شرف ❁ السلام اے قوت شاہ نجف
السلام اے نور بخش ماہتاب ❁ السلام اے مہر از تو فیض یاب
السلام اے شافع روزِ جزا ❁ السلام اے مالک خیر وجزا

السلام اے بانئ دارالسلام ❁ السلام اے دافع کفر وظلام
السلام اے سایۂ فضل الٰہ ❁ آستانِ تو درِ دولت پناہ
السلام اے گوہرِ دریائے جود ❁ نورِ حق درتست ظاہر در وجود
نصؔریک حرفت مبادا جز سلام ❁ بروئ وبر آل واصحابش تمام

کتاب کے آخر میں رسالت مآب ﷺ کی بعثت کے بعد دنیا میں کس طرح انقلاب آیا، فیض نبوی سے کائنات کس طرح سے مستفیض ہوئی، انوار و برکات سے فیضیاب ہوئی مصنف نے اس انقلاب وتبدیلی کا ذکر ’’برکت رسالت‘‘ عنوان کے تحت کیا ہے۔اس کا ایک اقتباس ذیل میں درج ہے :

’’آپ کا تشریف لانا تھا کہ فیض نبوی تمام عالم پر برس پڑا، عشق ومحبت کا گلزار سرسبز ہوگیا، ایمان ویقین کا چمن لہلہا اُٹھا، توحید کے پھولوں کی بے ہوش کرنے والی خوشبو سے دلوں کو سکون ہوگیا، عرفان کے گلدستوں سے دماغ معطر ہوگئے، قسمت راہبر ہوئی، وہ جوہر اول جو تخلیق عالم سے پہلے خدا کے کنز مخفی میں دُرِّ بے بہا کی طرح چھپا ہوا تھا زیب تاج نبوت ہوا، وہ ودیعت خداوندی جس کی اگلے پیغمبروں نے شہادت دی تھی انسان کو عنایت ہوئی، حقیقت جامعہ جامہ ہستی نما پہن کر ایمان کی آنکھوں کے سامنے جلوہ افروز ہوئی، عالم روشن ہوگیا، عقل ودانش کا بازار گرم ہوا، علم وعمل کا بیوپار ہونے لگا، تہذیب وشائستگی کی دکانیں آراستہ ہوئیں، گاہک کے قافلے خیمہ زن ہوئے، دنیا نے کروٹ بدلی، انسانی فطرت کی تو کایا ہی پلٹ گئی ۔

کیستی یارب کہ درخوبی زہر یک بہتری
دلبری ہا میکنی در پردۂ پیغمبری

آسمانی بادشاہت میں انقلاب ہوا۔عالم میں فتح ونصرت کی مبارکبادیاں ہونے لگیں۔اسلامی پھریرا اپنی شوکت و شان سے لہرانے لگا۔ہرقل وکسریٰ کے پرشوکت جھنڈے اکھڑ گئے۔دشمن کے پتھر الٹے دشمنوں کو جالگے۔نفس نے تکبر و نفسانیت چھوڑے۔شیطان نے غرور وسرکشی چھوڑی۔غصہ جوش بنا۔تعصب حمیت ہوئی۔خود بینی خدا بینی ہوئی۔محبت ماسوا نے بھی خواہی کی صورت پکڑی۔مجاز آئینہ حقیقت ہوا۔عشق نے شان عبدیت اختیار کی۔بت پرستی خدا پرستی ہوئی۔ امیدوں کی لاگ خدا سے لگی۔نبی برحق نے تمام عالم میں منادی کر دی: لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ۔افی اللہ شك فاطر السمٰوٰت والارض۔ایک خدا کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد صلی اللہ علیہ والہ وسلم اللہ کے رسول ہیں۔کیا ایسے خدا کے ہونے میں شک ہے جس نے آسمان وزمین بنائی۔تکبیر وتہلیل،تسبیح وتقدیس کے نعرے بلند ہوئے۔ ذات وحدہ لاشریک سے مناجات اور دعائیں ہونے لگیں۔آپ کی خدائی آواز جلالت وکبریائی گنبد میں اس طرح گونجی جس کی ہیبت سے سینکڑوں ہزاروں برس کے فرضی معبود صفحہ ہستی سے حرف غلط کی طرح مٹ گئے، بتخانے ویران اور

مسجدیں آباد ہوگئیں،کلیسا سرد اور خانقاہیں گرم ہوئیں۔دل کی آنکھیں اس طرح کھلیں کہ ذرے ذرے میں وحدت کے کرشمے نظر آنے لگے“۔۔۔(۳۹)

کتاب کا اختتام درج ذیل درود وسلام پر کیا گیا ہے جو اس کی عظیم خوبی ہے :

اللھم صل و سلم علی سیدنا محمد بعدد کل ذرۃ الف الف مرۃ صلی اللہ وسلم علیہ وعلی اٰلہ وصحبہ افضل الصلوۃ والسلام فی کل محفل و مقام دائمۃ الاتصال بدوام ذی الجلال والا کرام۔

حضرت مولانا شاہ حسن میاں پھلواروی ؒ کا یہ میلاد نامہ اصلاحی اور دعوتی انداز میں ہے،ان کا اسلوب صاف،رواں اور دلچسپ ہے،سادہ اور سلیس الفاظ کا استعمال کیا گیا ہے۔انہوں نے جس دور میں اس کتاب کی تصنیف فرمائی اس وقت دینی و مذہبی سطح پر مختصر،جامع اور مدلل میلاد ناموں کی سخت ضرورت تھی کیونکہ اس وقت انگریزی سامراجیت قائم تھی،اسلامی تعلیمات اور انبیاء علیہم السلام کے واقعات کو بگاڑ کر پیش کرنے کی منظم سازشیں ہو رہی تھیں۔دیگر علماء کے علاوہ شاہ صاحب موصوفؒ نے بھی اس کو لکھ کر ایک بڑی دینی ضرورت کو پورا کیا اور اسلام کی صحیح تعلیمات اور فرمودات نبوی ﷺ کو فروغ دیا،اور ان پر عمل پیرا ہونے کی ترغیب دلائی۔مسلمانوں کی ہدایت اور ان کے عقائد کی درستگی کے واسطے اصلاحی پہلوؤں کو بھی اجاگر کیا۔

۔۔۔(جاری)

****

برائے مضمون نگار حضرات

- مجلہ”المجیب“ کیلئے جو بھی مضامین ارسال کریں وہ خالص المجیب کے لئے ہو تا کہ مجلے کا معیار برقرار رہ سکے۔
- مضامین کمپوز کرا کر ارسال کریں۔
- مضمون کے پہلے یا آخری صفحہ پر اپنا پورا نام و پتہ ضرور لکھیں۔
- مضامین بھیجتے وقت اس کی نقل اپنے پاس رکھیں۔مضامین گم ہونے کی صورت میں ادارے پر اس کی ذمہ داری عائد نہیں ہوگی۔

سرکولیشن منیجر

شاعر رسول ﷺ
حضرت حسانؓ بن ثابت

● سید محمد نیر رضوی ــــ سی ۳، رحمان اپارٹمنٹ، نیو پارس ٹولی، ڈورنڈا، رانچی (جھارکھنڈ)

تاریخ اسلام میں بارگاہ رسالت مآب ﷺ سے وابستہ بہت سارے شعرائے کرام کا تذکرہ ملتا ہے۔ مورخین نے ان تمام شعرائے کرام کی فہرست میں سے تین شعرا حضرت حسان بن ثابت، حضرت کعب بن مالک اور عبد اللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہم کا تذکرہ بطور خاص کیا ہے۔ یہ وہ شعرائے کرام ہیں جو بالترتیب اپنی اپنی شاعری کے توسط سے رسول اللہ ﷺ کی شخصیت، سیرت وصورت، اُن کی شجاعت، جواں مردی، حوصلہ، پاکیزگی اور فرائض نبوت کی مدح سرائی کرتے تھے اور دوسری جانب کافروں اور دشمنان اسلام اور اُن کے مذمت آمیز کارناموں کی ہجو اور مذمت بیان کیا کرتے تھے۔ یہ تمام شعرا تمام عمر آقائے نامدار محمد مصطفےٰ ﷺ اور اہل ایمان کی مسلسل حوصلہ افزائی کرتے رہے اور دشمنوں اور اُن کے رہنماؤں کی مسلسل حوصلہ شکنی کرتے رہے۔ حضرت حسانؓ بن ثابت اپنی بے پناہ تخلیقی صلاحیت اور فضیلت کے لحاظ سے ان تمام شعرائے کرام میں سرفہرست تسلیم کئے جاتے ہیں۔ وہ دور جاہلیت میں انصار کے شاعر تھے اور دور نبوتؐ میں رسول اللہ ﷺ کے شاعر تھے۔ آپ نہایت ذی علم تھے اور اعلیٰ درجہ کا شعری ذوق رکھتے تھے۔ حضرت حسانؓ بن ثابت نے ایک سو بیس سال کی طویل عمر پائی۔ وہ ۶۰ ؍سال کی عمر تک دور جاہلیت میں پھر مشرف بہ اسلام ہونے کے بعد ۶۰ ؍سال تک دور نبوتؐ اور خلفائے راشدین کے دور خلافت میں بھی بقید حیات رہے۔ عرب میں اُن کے سلسلۂ نسب کو ایک امتیازی خصوصیت حاصل تھی کہ چار پشتوں سے ہر ایک شخص یعنی حضرت حسانؓ، اُن کے والد ثابت، اُن کے دادا منذر اور اُن کے جد اعلیٰ نے ایک سو بیس سال کی عمر پائی۔ چنانچہ یہ واقعہ باعث دلچسپ ہے کہ حضرت حسانؓ بن ثابت کے بیٹے عبد الرحمٰن اپنی اس خاندانی روایت پر بڑے فخریہ انداز سے ہاتھ پیر پھیلا دیتے، خوب ہنستے اور کم سے کم ایک سو بیس سال تک زندہ رہنے کے گمان سے نہایت خوش رہتے۔ انہیں کیا معلوم کہ موت اور حیات اللہ کے ہاتھ میں ہے! چنانچہ وہ محض اڑتالیس سال کی عمر میں ہی فوت ہو گئے۔

شاعر رسولؐ حضرت حسانؓ کبھی محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مدحت بیان کرتے، ان کی مفاخرت بیان کرتے تو کبھی مشرکین کی مذمت کیا کرتے۔ اُن کافروں کی ہجو بیان کرتے جو مصطفیٰ جان رحمتؐ کی شان رسالت میں گستاخی کیا کرتے تھے۔ ایک بار یوں ہوا کہ پیغام حق کی دعوت وتبلیغ کے دوران دشمنان اسلام کی جانب سے جب مسلمانوں کی ہجوگوئی کا سلسلہ دراز ہوا اور اہل ایمان نے اس کی مذمت کے لئے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الشریف سے درخواست کی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اعلان فرمایا :

''کون ہے جو مسلمانوں کی مدافعت کرے!''

ایسے نازک وقت میں حضرت حسانؓ بن ثابت اُٹھ کھڑے ہوئے اور کہا: ''میں اس کام کے لئے حاضر ہوں''۔ مگر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی تشویش کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا کہ :

''تم کس طرح یہ کام انجام دو گے جبکہ تم اُن ہی میں سے ہو اور میرا نسب بھی اُن کے نسب میں شامل ہے''۔

مگر حضرت حسانؓ نے عرض کیا ''میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس طرح نکال لوں گا جس طرح آٹے میں سے بال نکال لیا جاتا ہے۔'' پھر بھی آپؐ دل سے مطمئن نہیں ہوئے اور حضرت حسانؓ بن ثابت کو حضرت ابو بکر صدیقؓ کے پاس رجوع کے لئے بھیج دیا جو اپنے زمانہ میں علم النسب کے ماہر تھے۔ اس ضمن میں ہندوستان کے مشہور عالم دین اور ماہر اسلامیات حضرت مولانا شاہ ہلال احمد قادری مدظلہ العالی فرماتے ہیں کہ :

> ''اسی لئے حضرت حسان بن ثابت کو رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابو بکر صدیق سے قریش کا نسب جاننے کی ہدایت فرمائی تھی۔ (ابن حزم حوالہ سابق) سمعانی کا بیان ہے کہ حسان بن ثابت کو ہدایت کی گئی تھی کہ وہ قریش کا نسب، حسب ضرورت معلوم کریں اور اپنے اشعار میں ان کے نسب کے مطابق کفار قریش کا رد کریں''۔۔۔(خانوادۂ سیدہ زینب بنت فاطمہ الزہراؓ، صفحہ: ۱۲)

چنانچہ حضرت حسانؓ بن ثابت نے حضرت ابو بکر صدیقؓ سے مطلوبہ درس مکمل کر کے اشعار کہنا شروع کیا۔ شعر گوئی کا یہ سلسلہ جو مستحکم ہوتا گیا اور اس طرح انہوں نے مشرکوں اور کافروں کی ہجو بیان کرنے اور ان کی زبردست مذمت کرنے میں مہارت حاصل کر لی۔ اہل سیر بیان کرتے ہیں کہ حضرت حسانؓ کے دور جاہلیت میں کہے گئے اشعار، دور نبوتؐ میں کہے گئے اشعار کے مقابلہ میں زیادہ عمدہ اور معیاری ہوا کرتے تھے۔ یہ ممکن ہے کیونکہ اسلام کا ماخذ یعنی قرآن کسی شاعر کی شاعری نہیں ہے۔ اسلام سیدھے سیدھے حق وایمان اور صداقت کی بات دوٹوک انداز میں کرتا ہے مگر اس انداز سے کرتا ہے کہ دل کو چھو جاتا ہے جبکہ عام فہم اشعار کی تخلیق میں کشش کا سبب بالعموم مبالغہ آمیز چاشنی ہوتی ہے جو اسلام کے نقطہ نظر سے ''تزئین ناحق'' ہے۔ لہٰذا امکانات قوی ہیں کہ دور نبوتؐ میں حضرت حسانؓ کے اشعار کا معیار اُس قدر عمدہ نہ ہو جیسا کہ دور جاہلیت اور دور کذب گوئی میں ہوا کرتا تھا۔ مگر حضرت حسانؓ کا کمال یہ ہے کہ انہوں نے اشعار گوئی کے اپنے طرز سخن میں ایسی مہارت حاصل کر لی کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں :

’’حسان کا قول مشرکوں پر تیر کے آنے اور اُس کے چبھنے سے زیادہ سخت ہیں‘‘۔

آپ ﷺ نے تو ایک موقع پر نہایت خوش ہو کر فرمایا کہ :

’’حسان مسلمانوں اور منافقوں کے درمیان علامت ونشانی ہیں۔ منافق اُن کو دوست نہیں رکھتا اور مسلمان اُن سے دشمنی اور عداوت نہیں کرتا‘‘۔

حضور اکرم ﷺ مسجد نبوی میں حضرت حسانؓ بن ثابت کے لئے منبر رکھواتے تا کہ وہ اُس پر کھڑے ہو کر حضورِ اکرم ﷺ کی مدحت بیان کر سکیں اور آپؐ کے دشمنوں کی ہجو اور مذمت بیان کر سکیں۔ حضرت حسانؓ نے اپنی وابستگیٔ دامن مصطفیؐ، انسلاک وانہماک اور عقیدت ومحبت کی بدولت اپنے آپ میں بے پناہ اثر انگیز تخلیقی صلاحیت پیدا کر لی تھی۔ چنانچہ ایک بار حضورِ اکرم ﷺ کے پاس بنی تمیم کا وفد آیا تو حضرت حسانؓ نے اُس وقت رسول اکرم ﷺ کے حکم پر فی البدیہہ نہایت ہی عمدہ اشعار مرتب کر دئے جسے سن کر بنی تمیم کے ارکان وفد نے اعتراف کیا کہ حضرت حسانؓ یقیناً اُن کے شاعر وخطیب زبرقان اور عطارد سے بہتر شاعر ہیں۔ حضرت حسانؓ کے فی البدیہہ کہے گئے چند اشعار دیکھئے جو اُنہوں نے بنی تمیم کے وفد کے سامنے پیش کئے تھے :

قَوْمٌ إِذَا حَارَبُوا ضَرُّوا عَدُوَّهُمْ ❁ أَوْحَاوَلُوا النَّفْعَ فِي أَشْيَاعِهِمْ نَفَعُوا

ترجمہ : یہ وہ لوگ ہیں جب جنگ کرتے ہیں تو دشمنوں کو زک پہنچا کر رہتے ہیں، جب اپنے متبعین کو نفع پہنچانے کا ارادہ کرتے ہیں تو نفع پہنچانے سے نہیں رکتے۔

لَافَخْرٌ إِنْ هُمْ نَالُوا عَدُوَّ هُمْ ❁ وَإِنْ أُصِيبُوا فَلَا خُورٌ وَلَا هَلَعُ

ترجمہ : یہ لوگ جب دشمنوں پر قابو پا لیتے ہیں تو اکڑتے نہیں پھرتے، اور اگر مارے جاتے ہیں تو نہ بزدلی وکمزوری کا اظہار کرتے ہیں اور نہ جزع فزع یعنی واویلا میں مشغول ہوتے ہیں۔

فَإِنَّ فِي حَرْبِهِمْ فَاتْرُكْ عَدَاوَتَهُمْ ❁ شَرًّا يُخَاضُ عَلَيْهِ السَّمُّ وَالسَّلَعُ

ترجمہ : دیکھو اُن سے عداوت رکھنا چھوڑ دو، ورنہ سمجھ لو کہ اُن کی جنگ میں وہ برائی ہوتی ہے، جس میں زہر اور زہریلی سلع ملائی جاتی ہے۔ (سلع یعنی ایک زہریلی بوٹی)۔

حضرت حسانؓ بن ثابت کے بارے میں مستند روایت بتاتی ہے کہ وہ غزوۂ بدر سے قبل مشرف بہ اسلام ہو چکے تھے۔ چنانچہ اُنہوں نے غزوۂ بدر کے موقع پر رسول اکرم ﷺ اور اسیران بدر کی مدحت بیان کی اور ابو جہل سمیت دشمنان اسلام کی ہجو اور مذمت بیان کی ہے۔ اس موقع پر ان کے چند اشعار ملاحظہ ہوں :

بِمَا صَنَعَ الْمَلِيكُ غَدَاةَ بَدْرٍ ❁ لَنَا فِي الْمُشْرِكِينَ مِنَ النَّصِيبِ

ترجمہ : سنا! کہ بدر کے دن خدائے مقتدر نے ہمیں مشرکین پر کامیابی عطا فرمائی۔

غَدَاةَ كَأَنَّ جَمْعَهُمْ حِرَاءٌ ❁ بَدَتْ أَرْكَانُهُ جُنْحَ الْغُرُوْبِ

ترجمہ : وہ دن جب اُن کا گروہ کوہ حرا کی طرح معلوم ہوتا تھا، اُس کی بنیادیں زوال کے وقت جھک گئیں۔

أَمَامَ مُحَمَّدٍ قَدْ وَازَرُوْهُ ❁ عَلَى الْأَعْدَاءِ فِيْ لَفْحِ الْحُرُوْبِ

ترجمہ : اُن لوگوں نے شعلہ ہائے جنگ کی لپیٹ میں محمدؐ کی حفاظت کی۔

فَغَادَرْنَا أَبَا جَهْلٍ صَرِيْعًا ❁ وَ عُتْبَةَ قَدْ تَرَكْنَا بِالْجُبُوْبِ

ترجمہ : پس ہم نے ابوجہل کو پچھڑا ہوا اور عتبہ کو سخت زمین پر پڑا ہوا چھوڑا۔

أَلَمْ تَجِدُوْا كَلَامِيْ كَانَ حَقًّا ❁ وَأَمْرُ اللهِ يَأْخُذُ بِالْقُلُوْبِ

ترجمہ : کیا تم نے نہیں جان لیا کہ میری بات سچی تھی اور اللہ کا حکم دلوں کو بھی پکڑ لیتا ہے۔

حضرت حسانؓ بن ثابت غزوۂ بدر کی کامیابی سے اس قدر متاثر ہوئے کہ انہوں نے اس خاص موقع پر متفرق اشعار کے ساتھ کئی معرکۃ الآرا نظمیں بھی تحریر کیں۔ ایک نظم کے چند اشعار ملاحظہ کیجیے :

يَا حَارِ قَدْ عَوَّلْتَ غَيْرَ مُعَوَّلٍ ❁ عِنْدَ الْهِيَاجِ وَ سَاعَةِ الْأَحْسَابِ

ترجمہ : اے حارث! تو نے جنگ وفساد کے وقت بھروسے کے ناقابل لوگوں پر بھروسہ کیا۔

إِذْ تَمْتَطِي سُرُحَ الْيَدَيْنِ نَجِيْبَةً ❁ مَرْطَى الْجِرَاءِ طَوِيْلَةَ الْأَقْرَابِ

ترجمہ : ایسے وقت میں جب تو کشادہ قدم، شریف، تیز رفتار اور لمبی پیٹھ والی گھوڑی پر سواری کرتا ہے۔

وَالْقَوْمُ خَلْفَكَ قَدْ تَرَكْتَ قِتَالَهُمْ ❁ تَرْجُو النَّجَاةَ وَلَيْسَ حِيْنَ ذَهَابِ

ترجمہ : بچ کر نکل جانے کی اُمید میں تو نے لوگوں سے جنگ ومقابلہ چھوڑ دیا، حالانکہ لوگ تیرے پیچھے ہی تھے اور وہ وقت بھاگ جانے کا نہ تھا۔

أَلَا عَطَفْتَ عَلَى ابْنِ أُمِّكَ إِذْ ثَوَى ❁ قَعْصَ الْأَسِنَّةِ ضَائِعَ الْأَسْبَابِ

ترجمہ : کہ تو نے اپنی ماں کے بیٹے کی جانب بھی مڑ کر نہ دیکھا، جب وہ پیوند خاک نیزوں کے نیچے موت کے منہ میں تھا اور اس کے پاس جو کچھ تھا لوٹ میں برباد ہو رہا تھا۔

عَجِلَ الْمَلِيْكُ لَهُ فَأَهْلَكَ جَمْعَهُ ❁ بِشَنَارِ مُخْزِيَةٍ وَسُوْءِ عَذَابِ

ترجمہ : مالک الملک نے اسے بدنام کرنے والی رسوائی اور فوری بدترین عذاب میں مبتلا کر دیا اور اس کا جتھا برباد کر ڈالا۔

تاریخ اسلام میں غزوۂ بدر کے بعد دوسری بڑی جنگ غزوۂ اُحد ہوئی۔ چنانچہ اس موقع پر حضرت حسّانؓ بن ثابت کے اشعار ملاحظہ کیجیے :

سُقْتُمْ كِنَانَةَ جَهْلًا مِنْ سَفَاهَتِكُمْ ۞ إِلَى الرَّسُوْلِ فَجُنْدُ اللهِ مُخْزِيْهَا

ترجمہ : اپنی بے وقوفی اور سفاہت کی وجہ سے حقیقت حال کو نہ جان کر تم رسول اللہ ﷺ کے مقابلہ میں بنوکنانہ کو لائے اور نتیجہ آخرکار یہ ہوا کہ اللہ کے لشکر نے بنوکنانہ کو اچھی طرح ذلیل ورسوا کر دیا۔

كَمْ مِنْ أَسِيْرٍ فَكَكْنَاهُ بِلَا ثَمَنٍ ۞ وَ جَزِّ نَاصِيَةٍ كُنَّا مَوَالِيْهَا

ترجمہ : کتنے ہی قیدی تھے جنہیں ہم نے بغیر کسی قیمت کے رہا کر دیا اور ہم نے اُن کی پیشانی کے بال تک نہ کاٹے، اُن پر ہمارا بڑا احسان تھا۔

نَضَعُ الْأَسْيَافَ فِيْ أَكْتَافِهِمْ ۞ حَيْثُ نَهْوِيْ عَلَلًا بَعْدَ نَهَلٍ

ترجمہ : ہم اُن کے بازوؤں پر تلواریں چلا رہے تھے اور اسی طرح ان پر ٹوٹ ٹوٹ کر ایک کے بعد ایک خون کی پیاس بجھا رہے تھے۔

وَ حَامَى بَنُو النَّجَّارِ فِيْهِ وَصَابَرُوْا ۞ وَمَا كَانَ مِنْهُمْ فِي اللِّقَاءِ جَزُوْعُ
أَمَامَ رَسُوْلِ اللهِ لَا يَخْذُلُوْنَهُ ۞ لَهُمْ نَاصِرٌ مِنْ رَّبِّهِمْ وَ شَفِيْعُ

ترجمہ : اس جنگ میں بنو نجار نے بھی بڑی حمیت اور صبر وضبط سے کام لیا اور ان میں کوئی آدمی ایسا نہ تھا، جو جنگ کے موقع پر رسول خدا ﷺ کے سامنے گھبرانے والا ہو، وہ آپ کو یوں ہی بے مدد نہیں چھوڑ سکتے، آپ پروردگار کی جانب سے اُن کے مددگار اور شفیع تھے۔

رُبَّ حِلْمٍ أَضَاعَهُ عَدَمُ الْمَا ۞ لِ وَجَهْلٍ غَطَّى عَلَيْهِ النَّعِيْمُ

ترجمہ : زبعری بڑے حلم والا ہے، جسے مال کے فقدان یعنی افلاس اور جہل نے برباد کر دیا، اس پر خوشحالی نے اپنا پردہ ڈال دیا۔

لَمْ تُطِقْ حَمْلَهُ الْعَوَاتِقُ مِنْهُمْ ۞ إِنَّمَا يَحْمِلُ اللِّوَاءَ النُّجُوْمُ

ترجمہ : اس جھنڈے کو اُٹھانے کی طاقت ان کفار کے کاندھوں میں نہیں تھی، اس جھنڈے کو دراصل آسمان کے ستارے ہی اُٹھا سکتے ہیں یعنی مسلمان ہی اس جھنڈے کو اٹھانے کے لائق ہیں۔

حضرت خبیبؓ کی شہادت پر حضرت حسانؓ بن ثابت کے مرثیہ کے چند اشعار دیکھئے :

مَا بَالُ عَيْنِكَ لَا تَرْقَأُ مَدَامِعُهَا ۞ سَحًّا عَلَى الصَّدْرِ مِثْلَ اللُّؤْلُؤِ الْفَلَقِ

عَلٰی خُبَیْبٍ فَتَی الْفِتْیَانِ قَدْ عَلِمُوْا ۞ لَا فَشِلَ حِیْنَ تَلْقَاهُ وَلَا نَزِقِ

ترجمہ : تیری آنکھوں کو کیا ہوگیا ہے کہ آنسو رکتے ہی نہیں اور ٹوٹے ہوئے موتیوں کی طرح مضطربانہ سینے پر بہتے چلے جارہے ہیں۔ یہ آنسو جوانوں کے نوجوان خبیبؓ پر بہہ رہے ہیں، لوگوں کو معلوم ہے کہ وہ مقابلے کے وقت بزدل ثابت نہ ہوتا تھا اور نہ وہ بداطوار اور بدخُلق ہی تھا۔

فَاذْهَبْ خُبَیْبُ جَزَاكَ اللهُ طَیِّبَةً ۞ وَجَنَّةَ الْخُلْدِ عِنْدَ الْحُوْرِ فِي الرُّفَقِ

ترجمہ : اے خبیبؓ جاؤ! اللہ تمہیں اچھی اچھی چیزیں دے، ہمیشہ رہنے کے لئے جنّت دے اور رفقاء کی مجالس میں حوروں سے ہمکنار کرے۔

اسی طرح غزوۂ خندق کے موقع پر حضرت حسانؓ کے اشعار دیکھئے :

فَرَّوَأَلْقٰی لَنَا رُمْحَهُ ۞ لَعَلَّكَ عِكْرِمَ لَمْ تَفْعَلِ

ترجمہ : ہمارے واسطے اپنا نیزہ ڈال کر وہ یعنی عکرمہ فرار ہوگیا، اے عکرمہ! شاید تو نے ایسا نہیں کیا ہوگا۔

وَوَلَّیْتَ تَعْدُو كَعَدْوِ الظَّلِیْمِ ۞ مَا إِنْ تَجُوْرُ عَنِ الْمَعْدِلِ

وَلَمْ تَلْقِ ظَهْرَكَ مُسْتَأْنِساً ۞ كَأَنَّ قَفَاكَ قَفَا فُرْعُلِ

ترجمہ : اور تو پیٹھ دکھا کر اس طرح بھاگا جیسے شترمرغ بھاگتا ہے، جہاں تجھے بھاگ کر پہنچنا تھا، اس کی سمت سے ذرا منہ نہ موڑتا تھا یعنی جتنا آگے بھاگتا جاتا اتنی ہی تیری وحشت دور ہوتی جاتی۔

اسلام کی تاریخ میں یہ واقعہ بہت مشہور ہے کہ جب سیدنا حاطبؓ رسول اکرم ﷺ کا نامہ مبارک لے کر مصر کے حکمراں مقوقس کے دربار میں آئے اور دعوت حق پیش کی تو مقوقس بڑا متاثر ہوا۔ وہ مسلمان تو نہیں ہوا مگر اُس نے رسول اکرم ﷺ کے نامہ مبارک کا نہایت ہی مؤدبانہ جواب دیا اور آپؐ کے لئے تحائف بھی بھیجے۔ ان تحائف میں دو کنیزیں بھی تھیں۔ ان میں ایک ماریہ بنت شمعون اور دوسری اُن کی بہن سیرین تھیں۔ سیدنا حاطبؓ نے مقوقس کا مکتوب اور دونوں کنیزان سمیت دیگر تحائف لے کر مدینہ منورہ کی جانب رُخ کیا اور وہاں سے روانہ ہوئے۔ سیدنا حاطبؓ نے راستہ میں دونوں بہنوں کے سامنے دین الٰہی کے مختلف پہلوؤں پر روشنی ڈالی، دعوت اسلام پیش کیا اور اسلام قبول کرنے کے لئے راغب کیا۔ اللہ نے توفیق عطا کی۔ چنانچہ دونوں بہنوں کو اسلام قبول کرنے کا شرف حاصل ہوا۔ اللہ تعالیٰ نے اس قدر اعزاز بخشا کہ مدینہ پہنچتے ہی صلح حدیبیہ کے موقع پر سیدہ ماریہ قبطیہؓ کو سرکار مدینہؐ کے حرم میں شامل ہونے کی سعادت نصیب ہوئی جبکہ رسول اکرمؐ نے ماریہ قبطیہؓ کی بہن سیرین کی شادی اپنے اسی چہیتے شاعر حضرت حسانؓ بن ثابت سے کرادی۔

افسوس صد افسوس کہ حضرت حسانؓ کا نام ہماری اُم المومنین سیّدہ عائشہ صدیقہؓ کے ''اہل افک'' میں شامل ہوا۔ ہماری

ہزار جانیں ہماری ماں سیدہ عائشہ صدیقہؓ اور اُن کے تقدس پر قربان! مورخین کے قلم سے تاریخ اسلام میں یہ واقعہ حضرت حسانؓ کے حوالہ سے نہایت افسوس کے ساتھ بیان کیا جاتا ہے۔ مگر جب اللہ تعالیٰ کی جانب سے وحی نازل ہوئی — " اِنَّ الَّذِیۡنَ جَآءُوۡ بِالۡاِفۡكِ عُصۡبَةٌ مِّنۡكُمۡ ؕ لَا تَحۡسَبُوۡهُ شَرًّا لَّـكُمۡ ؕ بَلۡ هُوَ خَيۡرٌ لَّـكُمۡ ؕ ......" سورہ نور کی دس آیات آپ سیدہ عائشہ صدیقہؓ کی برأت میں نازل ہوئیں۔ چنانچہ قرآن پاک کی روشنی میں پاکباز اور مقدس اُم المومنین سیّدہ عائشہ صدیقہؓ جب مقدس ثابت ہوئیں تب حضرت حسانؓ کو بڑی ندامت ہوئی۔ یقیناً یہ اُن کی بڑی خطا تھی۔ خدا اُنہیں معاف فرمائے! حضرت حسانؓ نے توبہ کی اور پھر اُم المومنین سیدہ عائشہ صدیقہؓ کی شان اقدس میں کئی منقبت تحریر کیا۔ ایک منقبت کے چند اشعار دیکھئے :

حَصَانٌ رَزَانٌ مَا تَزُنُّ بِرِيبَةٍ ۞ وَ تُصۡبِحُ غَرۡثٰى مِنۡ لُحُوۡمِ الۡغَوَافِلِ
عَقِيۡلَةُ حَيٍّ مِنۡ لُؤَيِّ بۡنِ غَالِبٍ ۞ كِرَامِ الۡمَسَاعِيۡ مَجۡدُهُمۡ غَيۡرُ زَائِلِ
مُهَذَّبَةٌ قَدۡ طَيَّبَ اللّٰهُ خِيۡمَهَا ۞ وَ طَهَّرَهَا مِنۡ كُلِّ سُوۡءٍ وَ بَاطِلِ!

ترجمہ : وہ یعنی حضرت عائشہؓ عفیفہ ہیں۔ بڑی قدرو منزلت والی ہیں۔ اُن کی صبح اس طرح ہوتی ہے کہ بے خبر مومن عورتوں کی غیبت سے بالکل پاک ہوتی ہے۔ وہ اس قبیلہ لُوی بن غالب کی ایک عاقلہ خاتون ہیں جو حصول مجد و شرف کے لئے کوشاں رہتے ہیں اور جن کا مجد و شرف زوال پذیر نہیں ہے۔ وہ ایک ایسی تہذیب یافتہ خاتون ہیں، جن کی فطرت ہی اللہ تعالیٰ نے پاکیزہ بنائی ہے۔ اور ہر شر و باطل سے اُنہیں پاک رکھا ہے۔

بہر حال حضرت حسانؓ کو اپنی اس خطا پر بڑی ندامت تھی اور اُنہوں نے صدق دل سے معذرت بھی کی تھی۔ جب تک حیات رہے، نادم اور پشیمان رہے :

فَإِنۡ كُنۡتُ قَدۡ قُلۡتُ الَّذِيۡ قَدۡ زَعَمۡتُمۡ ۞ فَلَا رَفَعَتۡ سَوۡطِيۡ إِلَيَّ أَنَامِلِيۡ

ترجمہ : پس اگر میرے منہ سے کچھ نکل گیا جس کا تم لوگ تذکرہ کرتے ہو تو خوب سمجھ لو کہ اس سے میرا مطلب یہ نہ تھا کہ میں اپنا کوڑا اپنے ہاتھ سے اپنے ہی ماروں یعنی یہ مطلب نہ تھا کہ اُم المومنین عائشہ صدیقہؓ پر کوئی حرف آئے۔

تاریخ اسلام کا عظیم الشان واقعہ یعنی فتح مکّہ کے موقع پر حضرت حسانؓ بن ثابت کے اشعار دیکھئے :

هَجَوۡتَ مُبَارَكًا بَرًّا حَنِيۡفًا ۞ أَمِيۡنَ اللّٰهِ شِيۡمَتُهُ الۡوَفَاءُ

ترجمہ : تو نے ایک بابرکت، صالح ترین، مسلم اور اللہ کے امین کی مذمت و ہجو کی ہے جن کی فطرت ہی میں وفاداری ہے۔

لِسَانِيۡ صَارِمٌ لَا عَيۡبَ فِيۡهِ ۞ وَ بَحۡرِيۡ لَا تُكَدِّرُهُ الدِّلَاءُ

ترجمہ : میری زبان ایک تلوار ہے جس میں کھوٹ نہیں اور میرا سمندر وہ ہے جس میں ڈولوں کے بار بار پڑنے سے تکدر پیدا نہیں ہوتا ہے۔

غرض حضرت حسانؓ بن ثابت کی شاعرانہ عظمت کا سفر اپنے حسن وکمال کے ساتھ جاری رہا، یہاں تک کہ ان کے سامنے ناقابل برداشت صدمۂ عظیم کو برداشت کرنے کا وہ وقت آن پہنچا جب اُن کی شاعری کا مطمح نظر اور اُن کا مطلوب ومقصود یعنی مصطفیٰ جان رحمتؐ نے جاں نثاران مصطفیٰؐ، پیاری امت، صحابہ کرام اور اہل بیت ومحبان اہل بیت رضی اللہ عنہم سے بچھڑ کر داعی اجل کو لبیک کہا۔غم واندوہ کا پہاڑ ٹوٹ گیا۔جاں نثاران مصطفیٰؐ پر کیا گزری، اس کا بیان ممکن نہیں! نہایت رنج وغم کے اس موقع پر حضرت حسانؓ بن ثابت کے چند اشعار دیکھئے :

فَبَيْنَا هُمْ فِيْ نِعْمَةِ اللهِ بَيْنَهُمْ ۞ دَلِيْلٌ بِهٖ نَهْجُ الطَّرِيْقَةِ يُقْصَدُ
عَزِيْزٌ عَلَيْهِ أَنْ يَّجُوْرُوْا عَنِ الْهُدٰى ۞ حَرِيْصٌ عَلٰى أَنْ يَّسْتَقِيْمُوْا وَ يَهْتَدُوْا
عَطُوْفٌ عَلَيْهِمْ لَا يَثْنِىْ جَنَاحَهُ ۞ إِلٰى كَنَفٍ يَحْنُوْ عَلَيْهِمْ وَ يَمْهِدُ
فَبَيْنَا هُمْ فِيْ ذٰلِكَ النُّوْرِ إِذْ غَدًا ۞ إِلٰى نُوْرِهِمْ سَهْمٌ مِنَ الْمَوْتِ مُقْصِدُ

ترجمہ : پھر اسی اثنا میں جب ان کے درمیان اللہ کی یہ نعمت رسول اللہ ﷺ کی شکل میں موجود تھی، جو ایک ایسے رہبر تھے جن کے ذریعہ حق کا راستہ صاف اور واضح نظر آتا تھا اور اس پر لوگ چل پڑتے تھے، جن پر یہ چیزیں بڑی شاق تھیں کہ لوگ ہدایت کے راستے سے بہک جائیں، جو اس کے بڑے حریص تھے کہ لوگ ٹھیک ہو کر صحیح راستے پر لگ جائیں، لوگوں پر اتنے مہربان تھے کہ ان سے کسی طرح بے رخی نہیں برتتے تھے، ان پر اتنے شفیق تھے کہ ان کے لئے راستہ ہموار کرتے رہتے تھے، غرض اسی اثنا میں جب وہ اس نور مجسّم سے متمتع ہو رہے تھے، اچانک موت کا ایک تیر ان کے اس نور پر آ کر لگ گیا۔

بالآخر حضرت حسانؓ بن ثابت نے بھی اپنے اجداد کی طرح ۱۲۰/سال کی عمر پائی۔کافی ضعیف ہو گئے تھے، اخیر عمر میں بینائی بھی جاتی رہی۔اس طرح اُنہوں نے دور رسالت مآب ﷺ سے لے کر تمام خلفائے راشدین کا زمانہ بھی دیکھا۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الشریف کے زمانہ خلافت میں اُن کا وصال ہوا ـــ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ!

مراجع ومصادر :

(۱) مدارج النبوۃ: حضرت شیخ عبد الحق محدث دہلوی، ترجمہ: علامہ مفتی غلام معین الدین نعیمی۔
(۲) الرحیق المختوم: مولانا صفی الرحمٰن مبارکپوری۔
(۳) سیرۃ النبیؐ، مرتبہ: ابن ہشام، ترجمہ: مولانا عبد الجلیل صدیقی۔
(۴) سیرت مصطفیٰ ﷺ: علامہ عبد المصطفیٰ اعظمی۔
(۵) خانوادۂ سیدہ زینب بنت فاطمہ الزہراؓ: شاہ ہلال احمد قادری۔
(۶) رسول اللہ ﷺ کی پاکباز بیویاں: ابوضیا محمود احمد غضنفر۔

✲ ✲ ✲ ✲ ✲ ✲ ✲ ✲ ✲ ✲

مسلمانانِ ہند کی معاشی ترقی میں اسلام وسرسید کا نظریہ

● ڈاکٹر محمد عباس ــــ شعبۂ سنی دینیات، علی گڑھ مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ

اسلام کا ابتدائی دور یعنی عہد رسالت بڑی عسرت وتنگئ مال سے عبارت ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور مومنین اولین نے بڑی کسمپرسی کے عالم میں اشاعت اسلام کے کام کو آگے بڑھایا اپنی روز مرّہ کی ضروریات زندگی سے سمجھوتہ کرتے ہوئے اللہ ورسول کے حکم پر اپنا تن من دھن سب کچھ نچھاور کیا جس صحابی کے اندر جس قسم کی استطاعت تھی اس نے اسی کے مطابق اپنا بھرپور تعاون پیش کیا اس کارِ عظیم میں مال کی ضرورت سے انکار نہیں کیا جاسکتا جس قسم کے حالات اور ہجرت وجنگ جیسے مسائل سامنے آئے وہ بغیر مال کے تکمیلی مراحل سے نہیں گذر سکتے تھے ہجرت کے بعد بے گھر مفلوک الحال مہاجروں کو ''مواخاۃ'' کے ذریعہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے انصار سے مالی تعاون کے لئے ہی مربوط کیا تھا جنگوں کا جہاں تک حال ہے تو اسلام کی پہلی جنگ بدر بھی وقتی طور پر معاشی سبب سے لڑی گئی کئی بڑے صحابہ جو اپنے کفار آقاؤں کے غلام تھے مال دے کر آزاد کرائے گئے۔ مسجد نبوی کی تعمیر، اصحاب صفہ کی کفالت اور پھر اس کے بعد کے تمام غزوات فتح مکہ وحنین وتبوک جیسے معرکوں میں فوجی کاروائیاں ہوتی رہیں اور مال کی ضرورت پڑتی رہی جنگ تبوک کے موقع پر بعض صحابہ مثلاً حضرت ابوبکر صدیق، عثمان غنی، حضرت عمرو بن عبد الرحمن بن عوف وغیرھم نے فوجی اخراجات کے لئے قابل قدر تعاون پیش کیا حضرت عثمان کا تعاون لاثانی ہے اسی موقع پر انہیں ایک بار پھر بارگاہِ رسالت سے جنت کی بشارت بھی ملی یہ سچ ہے کہ دنیا کی کوئی تحریک ہو یا مذہب کا فروغ ہو بغیر مال کے آگے نہیں بڑھتا اسلام کی اشاعت بھی اس سے اچھوتی نہیں رہی جیسا کہ سطورِ بالا سے واضح ہے لیکن اسلام کے اعمال وعبادات میں سے ارکانِ خمسہ کا تعلق بھی مال سے رہتا ہے زکوٰۃ وحج تو مال کے ساتھ ہی متصور ہیں روزہ ونماز، قربانی وصدقہ فطر بھی بغیر مال کے مکمل نہیں ہوتے۔ دیگر امور دین مثلاً شادی، مہر، موت وتدفین،

میں بھی مال کی ضرورت پڑتی ہے مطلب یہ کہ اسلام ایک دین فطرت ہے وہ انسانی زندگی کے پورے شعبہ حیات کو محیط ہے اور مال معیشت وزندگی گزارنے کو مستلزم ہے اس لئے اسلام نے اس کی حقیقت کو مدِنظر رکھتے ہوئے مال کی اہمیت کو تسلیم کیا اور ایک صاف ستھرا نظامِ معیشت پیش کیا اور غربت سے نکلنے کے لئے روزی کمانے پرزور دیا۔ چنانچہ قرآن میں فرمایا :

فَامْشُوْا فِیْ مَنَا کِبِهَا وَكُلُوْا مِنْ رِّزْقِهٖ ؕ — (۱)

ترجمہ : سوتم اس کے راستوں پر چلو اور خدا کی روزی میں کھاؤ۔

فَاِذَا قُضِيَتِ الصَّلٰوةُ فَانْتَشِرُوْا فِی الْاَرْضِ وَابْتَغُوْا مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ— (۲)

ترجمہ : پھر جب جمعہ سے فارغ ہو جاؤ تو تم زمین پر چل پھر کر خدا کی روزی تلاش کرو۔

یعنی تعب ومشقت، محنت وخودداری سے جو تمہیں وافر روزی ملے گی یہی روح اسلام ہے محض توکل کر کے گھر پر بے کار بیٹھے رہنا اور دولت کا انتظار کرنا نہ ہی دین ہے اور نہ ہی قرین عقل، حدیث پاک میں پرندوں سے مثال دے کر انسان کو فعال بنانے کا سبق دیا گیا ہے۔

لو انکم کنتم تو کلون علی اللہ حق تو کلہ لرزقتم کما ترزق الطیر تغدو خما صا و تروح بطاناً—(۳)

ترجمہ : اگر تم خدا پر کما حقہ بھروسہ کرو تو پرندوں کی طرح وہ تمہیں روزی عطا کرے گا، تم پرندوں کو دیکھتے ہو صبح خالی پیٹ گھونسلوں سے نکلتے ہیں لیکن شام کو پیٹ بھر کر واپس آتے ہیں۔

ایک مسلمان کی زندگی متوازن ہونی چاہئے اسلامی طرزِ معاشرت ہم کو اس بات کی اجازت نہیں دیتا کہ ہم بالکل نہ کمائیں پھر اگر کمانے میں لگ جائیں تو ایسے منہمک نہ ہو جائیں کہ ہوسِ مال میں دین سے بالکل رغبت ہی نہ رہے آج کے مادی دور میں جو لوگ صرف اس لئے کمانا چاہتے ہیں کہ وہ تعیش بھری زندگی جئیں تو وہ صرف اور صرف تجارت وملازمت کے ہو کر رہ جاتے ہیں اور فرائض مذہبی سے ان کا کوئی واسطہ نہیں رہتا جب کہ اسلام کا تعلیمی نظام ہم کو ہر پہلو سے اسلامی بناتا ہے وہ شخصیت کو ہمہ جہت دیکھنا چاہتا ہے جہاں وہ دینی طور پر مستحکم دیکھنا چاہتا ہے وہیں وہ معاشی طور پر مضبوط بنانا چاہتا ہے۔ ساتھ ہی جو کسی اہم وجہ یا دین کے دوسرے امور میں انہماک کی وجہ سے نہیں کمانا چاہتے یا کسی خارجی مجبوری کے تحت نہیں کما سکتے تو ان کو بھی ناکارہ نہیں بناتا بلکہ ان سے دیگر اہم کام لینا چاہتا ہے جو اسلام ومسلمین کی فلاح کے لئے مناسب ہوں چنانچہ سورہ مزمل میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا :

وَاٰخَرُوْنَ يَضْرِبُوْنَ فِی الْاَرْضِ يَبْتَغُوْنَ مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ ۙ وَاٰخَرُوْنَ يُقَاتِلُوْنَ فِیْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۖ — (۴)

ترجمہ : اور بعض تلاش معاش کے لئے ملک میں سفر کریں گے اور بعض اللہ کی راہ میں جہاد کریں گے۔

حصول مال کے متداول ذرائع میں سے تجارت، زراعت اور صنعت وحرفت بھی ہے چنانچہ تاجر کی فضیلت میں اللہ کے رسول نے ارشادفرمایا :

التاجر الصّدوق الا مین مع النبیین والصدیقین والشھداء۔(۵)

ترجمہ : سچے تاجر کا حشر انبیاء وصدیقین اور شہداء وصالحین کے ساتھ ہوگا۔

زراعت کے بارے میں ارشادنبوی ہے :

مامن مسلم یزرع زرعاً او یغرس غرساً فیا کل منه طیرٌ او انسانٌ او بھیمة الا کان له به صدقة۔(۶)

ترجمہ : جب مسلمان کاشتکاری کرتا ہے یا کوئی پودا لگاتا ہے اور پھر اس سے کوئی پرندہ، چوپایایا انسان مستفید ہوتا ہے تواس کی طرف سے یہ عمل صدقہ تصور کیا جاتا ہے۔

معیشت کے ذرائع سے دستکاری وصنعت بھی ہے چنانچہ دستکاری یا صنعت وحرفت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو مرغوب تھی دوسری قوموں کی مفید ایجادات وصنعتوں کو آپ پسند فرماتے تھے غزوۂ خیبر میں جب قلعے فتح ہوئے تو خیبر کے ایک قلعہ پر قبضہ کے دوران آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے تہہ خانہ کی تلاشی کا حکم دیااس میں دورانِ جنگ پتھر پھینکنے کی مشین (منجیق) پائی گئی۔

وجدوا فی ھذا الحصن الذی ھو حصن الصعب آلة حرب و دبابات و منجیقا۔(۷)

ترجمہ : انہوں نے اس قلعہ میں (یعنی) صعب نامی قلعہ میں جنگ کے بعض آلات پائے اور دبابے ومنجیق بھی اس میں ہاتھ آئیں۔

اسی بات کو الکتانی یوں لکھتے ہیں :

اول من رمیٰ بالمنجیق رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم اھل الطائف دخل نفر من اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم تحت دبابه ثم رجعوا الیٰ جوار الطائف لیحرقوه۔(۸)

ترجمہ : سب سے پہلے منجیق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل طائف پر استعمال فرمائی، رسول اللہ علیہ وسلم کے اصحاب دبابے میں داخل ہو کر طائف کی فصیل تک پہنچے تاکہ اس کے دروازے میں آگ لگادیں۔

اس طرح مسجد کا منبر یہ عرب میں نہیں پایا جاتا تھا یہ ملک شام کے گرجوں میں ہوتا تھا اور لباس میں شلوار یہ ایران میں پہنا جاتا تھا عرب تو عام طور پر تہبند باندھتے تھے۔منبر کے تعلق سے روایت طبقات ابن سعد میں ہے :

کان رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم یوم الجمعة یخطب الی جذع فی المسجد قائماً فقال انّ القیام قد شقّ علیّ فقال له تمیم الداری آلا اعملُ لك منبراً کما رایتُ یصنع بالشام؟ فشاور رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم المسلمین فی ذالك فرأوا ان یتخذه۔(۹)

ترجمہ : رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ کے دن کھجور کے ایک تنا سے ٹیک لگا کر کھڑے ہو کر خطبہ ارشاد فرماتے تھے پھر آپ نے فرمایا کہ کھڑے ہونے میں مجھے گرانی محسوس ہوتی ہے تب تمیم داری نے عرض کیا کہ آپ کے لئے ہم منبر نہ بنا دیں؟ جیسا کہ میں نے شام میں دیکھا ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ سے مشورہ کیا، رائے یہ طے پائی کہ منبر بنایا جائے۔

محمد بن جعفر الکتانی نے لکھا ہے کہ جس شخص نے سب سے پہلے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے منبر تیار کیا وہ تمیم داری تھے انہوں نے شام کے گرجوں میں اسے دیکھا تھا — وکان قد رأی منابر الکنائس بالشام۔

اسی طرح غیر عرب صنعتوں میں سے ایرانی کمانوں کی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تعریف فرمائی اور فرمایا کہ وہ تیر پھینکنے میں زیادہ زوردار ہیں۔(۱۰)

اسی طرح ہندوستانی دوا (بوٹی) کی تعریف فرمائی۔

عن ام قیس بنت محصنٍ قال سمعت النبی صلی اللہ علیہ وسلم یقول علیکم بھٰذا العودالھندی فان فیہ سبعۃ اشفیۃ — (۱۱)

ترجمہ : قیس بنت محصن روایت کرتی ہیں: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ ﷺ فرماتے اس ہندی لکڑی کو اختیار کرو اس میں سات شفائیں ہیں۔

واضح ہو کہ زراعت، تجارت، اور محنتِ ومشقت یعنی ملازمت، غرض یہ کہ حصول معاش کا کوئی بھی جائز طریقہ ہو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی کمائی بہت پسند تھی چنانچہ فرمایا :

ما اکل احدٌ طعاماً قط خیراً من ان یاکل من عمل یدہ — (۱۲)

ترجمہ : کسی آدمی نے اپنے ہاتھوں کی کمائی سے زیادہ لذیذ کھانا نہیں کھایا ہوگا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کو یہ تعلیم فرمائی کہ وہ روزی کمانے کے لئے کوئی جائز کام کرنے سے گریز نہ کرے آج برصغیر میں مسلمانوں کے اندر ایسے طبقے اور افراد بجا طور پر پائے جاتے ہیں جو معاشرہ میں معمولی کاموں کے کرنے میں عار محسوس کرتے ہیں ہم کو اہل یورپ کی ترقی سے سبق لینا چاہیے جہاں وہ جدید صنعتوں اور سائنسی ایجادات میں باقی دنیا پر فوقیت رکھتے ہیں وہیں روزمرہ کی زندگی میں چھوٹے چھوٹے کاموں کے کرنے میں انہوں نے اسلامی طریقہ اپنایا ہوا ہے آج یورپ کے اعلیٰ سے اعلیٰ معیار والا فرد ریستوراں اور بازار و اسکولوں میں بغرضِ ضرورت جاروب کشی تک کی ملازمت کر لیتا ہے اور بالکل عار محسوس نہیں کرتا۔ اس سے ان کی معیشت کبھی بدحالی کا شکار نہیں ہوتی ہم تو مسلمان ہیں ہمارے سامنے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کی مبارک زندگیاں بطور مثال موجود ہیں چنانچہ ایک صحابی حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں۔

قال کنّا مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی الخندق وھم یحفرون ونحن ننقل التراب علیٰ اکتادنا — (۱۳)

ترجمہ : انہوں نے کہا کہ ہم خندق کے موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کھودتے تھے اور ہم مٹی پھینکتے تھے۔

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مٹی پھینکتے تھے۔مطلب یہ کہ ہر امتی کو محنت سے منہ نہیں چرانا چاہئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم محنت ومشقت سے روزی کمانے کو تنگ دستی اور دستِ سوال دراز کرنے پر ترجیح دیتے تھے ارشادفرمایا :

لان یاخذاحد کم حبله فیاتی بحزمة الحطب علیٰ ظهره فیبیعها فیکف الله بها وجهه خیر من ان یسأل الناس اعطوه اومنعوه۔ (۱۴)

ترجمہ : اگرتم میں سے کوئی رسی لے کرجنگل جائے لکڑی کاٹے اوراسے اپنی پیٹھ پرلاد کر بازار میں فروخت کرے جس کے ذریعہ اللہ تعالیٰ اس کی عزت وآبرو بحال رکھے تو یہ اس کے لئے در بدر ٹھوکریں کھانے سے بہتر ہے، جب کہ بھیک بھی کبھی ملتی ہے کبھی نہیں ملتی۔

کسی بھی معاشرہ،فرد یاقوم کے وجود کے لئے معیشت کی مضبوطی نہایت ضروری ہے چنانچہ جہاں بڑی مشقت وتندہی سے کمانے کے ذرائع استعمال کرنا چاہئے وہیں یہ بھی ضروری ہے کہ مال کوفضول خرچی سے بچایا جائے فضول خرچی کواسلام میں نہایت برا عمل کہا گیاہے حتی کہ اس کوقرآن میں شیطان کا بھائی کہا گیاہے۔

اِنَّ الْمُبَذِّرِیْنَ کَانُوْٓا اِخْوَانَ الشَّیٰطِیْنِ ۔ (۱۵)

ترجمہ : فضول خرچ شیطان کے بھائی ہیں۔

یعنی خود بھی برباد نہ کرے اور کوئی چھینے تو وقت ضرورت اپنے مال کے لئے اس سے لڑے، کیوں کہ اپنے حق کی خاطر جدال وقتال جائز ہے، حتی کہ اگر مال کی حفاظت میں قتل کیاجائے تو شہید ہوگا، حدیث میں ہے :

عن عبدالله بن عمر ورضی الله عنهما قال: سمعت النبی صلی الله علیه وسلم یقول: من قتل دون ماله فهوشهیدٌ۔ (۱۶)

ترجمہ : عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا جو شخص اپنے مال کی حفاظت کرتے ہوئے قتل کیا گیا وہ شہید ہے۔

یہ دنیا بھی دارالاسباب ہے، یہاں محنت ومشقت کرنے والی جفاکش قومیں ہی آگے بڑھ جاتی ہیں اور تن پرور عیش وعشرت کی زندگی بسر کرنے والی اقوام مقابلہ میں پچھڑ جاتی ہیں پھر ترقی یافتہ اقوام کے ذریعہ ان کے ساتھ غلاموں جیسا سلوک ہوتا ہے ان کی سوچ ،فکر، ہمت، صبر وضبط اور معیشت سب پر جفاکش یعنی ترقی یافتہ اقوام کا قبضہ ہوجاتا ہے۔تاریخ بتاتی ہے کہ

جب کسی برسر اقتدار قوم کو حکمرانی سے بے دخل کرنا ہوتا ہے تو فعال و جفاکش قومیں برسر اقتدار قوم کو تعیش پرست بنا کر اس کی معیشت کو کمزور کرتی ہیں اور جب وہ اس پر کامیاب ہو جاتے ہیں تو ان کے باصلاحیت افراد کو بڑے سستے داموں میں خرید کر قوم کو ناکارہ بنا دیتے ہیں سر دست ہم ہندوستان ہی کا اگر جائزہ لیں تو بعینہ یہی کیفیت سامنے نظر آئے گی چنانچہ دہلی کی مضبوط سلطنت کا دور معاشی طور پر نہایت خوش حال دور کہلاتا ہے تجارت و زراعت صنعت وحرفت ہر اعتبار سے خود کفیل ریاست وجود میں آچکی تھی سلطان علاء الدین کا نظامِ معیشت تو واجب الاتباع سمجھا جاتا ہے ہر غریب کو ضروری اشیاء آسانی سے فراہم ہو جاتی تھی بازار کا سستا و مناسب نظام بڑی فوج کھڑی کرنے میں ممد و معاون بنایا تھا دور تغلق میں ملک کا روپیہ اور دولت ہندوستان سے باہر لے جانے کی اجازت نہ تھی ابن بطوطہ اپنے سفرنامہ میں لکھتا ہے کہ :

''بادشاہ دہلی سلطان محمد تغلق اپنے ملک سے باہر روپیہ لے جانے کی کبھی اجازت نہ دیتا تھا اور مشہور تھا کہ اگر کوئی شخص کبھی روپیہ لے جاتا تھا تو ضرور کسی نہ کسی آفت میں پڑ جاتا تھا''—(۱۷)

دور مغلیہ میں ہندوستان نے بہت ترقی کی جس کی نظیر دور شاہجہانی و اکبر کی عظیم تعمیرات ہیں اورنگ زیب کے دورِ حکمرانی میں بھی ملک کی معیشت اور مسلمانوں کی حالت مضبوط رہی پروفیسر کے اے نظامی (مشہور مؤرخ) لکھتے ہیں :

''اورنگ زیب نے تقریباً ۲۶ سال تک اپنی سلطنت کے تمام ذرائع کا رخ دکن کی جانب کر دیا تھا اور لڑائیوں میں کروڑوں روپیہ صرف ہوا تھا لیکن عالمگیر کے تدبر معاملہ فہمی انتظامی قابلیت اور سیاسی بصیرت نے ملک کی اقتصادی حالت کو بگڑنے سے بچا لیا تھا ان تمام اخراجات کے باوجود ۲۴ کروڑ روپیہ (بوقت انتقال) آگرہ کے قلعہ میں چھوڑا تھا''—(۱۸)

شاہجہاں کے زمانہ کا ہندوستان اورنگ زیب کے عہد میں اور بھی بڑا رقبہ آمدنی کے اعتبار سے بڑھ گیا تھا لیکن اورنگ زیب کے جانشینوں سے اتنا بڑا ملک اور خزانہ سنبھل نہ سکا ان کی نااہلی نے ملک وقوم اور معیشت کی افادیت کو ٹھنڈے دماغ سے سوچنے کا موقع نہ دیا ادھر سازشوں کا جال بچھتا گیا دوست دشمن بنتے گئے اور ادھر خزانہ کو پانی کی طرح بہایا گیا نئے ذرائع آمدنی محدود ہوتے چلے گئے ۔اورنگ زیب کا جانشین شہزادہ معظم بہادر شاہ اول حد سے زیادہ فیاض تھا چار سال بعد اس کا انتقال ہو گیا پھر جہاندار شاہ تخت مغلیہ پر بیٹھا تو اس نے عیاشی پر بے دریغ دولت لٹانا شروع کر دیا وہ اپنی ہندو محبوبہ لعل کنور پر دو کروڑ روپیہ سالانہ لٹا بیٹھا—(۱۹)

اس کے بعد فرخ سیر بادشاہ بنا تو اسے گھوڑوں کا شوق لاحق ہوا مختلف نسلوں کے ہزاروں گھوڑے خرید لئے جاتے تھے اور بلاوجہ اصطبل میں بندھے رہتے تھے اس سے شاہی خزانہ کا ہزاروں روپیہ برباد ہوتا تھا—(۲۰)

اسی دور سے متصلاً مشہور بزرگ حضرت ولی اللہ محدث دہلوی نے بھی اس عہد حکومت کی بدحال معیشت کا ذکر کیا ہے۔
موجب ضعف امور سلطنت کمی خالصۃ وقلتِ خزانہ است—(۲۱)

شاید اسی لئے قرآن میں یہ اسلامی نظریہ پیش کیا گیا ہے کہ نااہلوں کو مال نہ دو بس ان کی ضرورتیں ہی پوری کرو۔

وَلَا تُؤْتُوا السُّفَهَآءَ اَمْوَالَكُمُ الَّتِیْ جَعَلَ اللّٰهُ لَكُمْ قِیٰمًا وَّارْزُقُوْهُمْ فِیْهَا وَاكْسُوْهُمْ وَقُوْلُوْا لَهُمْ قَوْلًا مَّعْرُوْفًا ۝ — (۲۲)

ترجمہ : تم نادانوں کو اپنا مال نہ دو جسے اللہ نے تمہاری زندگی کو قائم رکھنے کا ذریعہ بنایا ہے البتہ ان کو کھانے اور پینے کو دو اور ان سے اخلاق سے باتیں کرو۔

دہلی کی مسلم حکومت مسلسل نااہل حکمرانوں کے ہاتھ کا شکار رہی ۱۷۱۹ تا ۱۷۴۸ محمد شاہ کا زمانہ کئی انقلابات وحوادث کا دور مانا جاتا ہے طاقتور سرداروں نے علیحدہ ریاستیں قائم کرلیں سعادت خاں نے اودھ چنقلیچ خاں نے دکن علی وردی خاں نے بنگال جاٹوں نے بھرت پور اور روہیل کھنڈ جیسی ریاستیں اسی دور میں وجود میں آئیں اب ذرائع آمدنی مغلیہ سلطنت کے اور کم ہوگئے پھر ۱۷۳۹ء میں سعادت خاں کی ایما پر نادر شاہ ایرانی کا حملہ ہوا نادر شاہ نے دہلی کو جم کر لوٹا تقریباً ستر کروڑ سے زیادہ روپیہ ہندوستان سے ایران لے گیا دوسوسالوں کا خزانہ اور نوادرات کوہ نور تخت طاؤس سب کچھ لٹ گیا — (۲۳)

مغلیہ سلطنت کی معیشت اب صرف کمزور ہی نہ ہوئی بلکہ نیست ونابود ہوگئی جس کا نقصان آگے چل کر اودھ اور بقیہ تمام ریاستوں نے اٹھایا۔ پھر بھی ہندوستان کی دولت کی کشش باہری ممالک میں بہت زیادہ تھی کیونکہ دہلی کی کمزوری کے باوجود کئی صوبوں میں انفرادی طور پر معاشی حالات ٹھیک ٹھاک تھے تجارت وصنعت اور زراعت عروج پر تھی۔

لارڈ میکالے لکھتا ہے :

''باوجود مسلمان ظالموں اور مرہٹوں لٹیروں کی موجودگی کے مشرقی ممالک میں صوبہ بنگال باغ ارم سمجھا جاتا تھا اس کی آبادی بے حد وغایت بڑھتی تھی غلہ کی افراط سے دور دراز کے صوبہ جات پرورش پاتے تھے لندن و پیرس کے اعلیٰ خاندانوں کی بیویاں یہاں کے کرگھوں کے نازک ترین کپڑے زیب تن کرتی تھیں دولت کی کیفیت یہ تھی کہ بنگال کے دوسیٹھوں کا کاروبار بینک آف انگلینڈ کے برابر پھیلا ہوا تھا'' — (۲۴)

اسی طرح سورت کے ایک تاجر مسمیٰ عبدالغنی کا سرمایہ ایسٹ انڈیا کمپنی کے سرمایہ کے برابر تھا — (۲۵)

انہی وجوہ کی بنا پر لارڈ کلایو ہندوستان کی دولت کو لازوال دولت کہتا تھا۔ فرانس کے مشہور سیاح ڈاکٹر برنیر نے ایک خط میں مسٹر کالبرٹ کو ہندوستان کی نسبت یہ شکایت لکھی تھی کہ وہ ایک ایسی بے تھاہ خلیج ہے جس میں دنیا بھر سے سونے چاندی کا بڑا حصہ ہر طرف سے آکر جمع ہوجاتا ہے اور بمشکل ایک طرف سے باہر نکلتا ہے — (۲۶)

انگریزوں نے اسی لئے دہلی سے پہلے بنگال واودھ پر قبضہ کرنے کی کامیاب مہم کی اور پھر دہلی کی معیشت دن بہ دن بدحال ہوتی گئی جیسا کہ مذکور ہوا، نادر شاہ کے حملہ نے اس لائق نہیں چھوڑا کہ سلطنت اپنا وقار اور انتظام چلانے کے لئے ملازمین

کی تنخواہیں دے سکے اس لئے فوج کھڑی نہ رہ سکی وہ حکومتیں جو دہلی سے علیحدہ ہوئی تھیں اور سکھ وانگریز ومراہٹہ بھی یہی چاہتے تھے چنانچہ کے اے نظامی مذکورہ حوالہ Later Mughals سے لکھتے ہیں :

''اس کے بعد مغلیہ سلطنت کی معیشت ایسی تباہ ہوئی کہ فوج کھڑی رکھنا مشکل ہوگیا شاہی خزانہ کی یہ حالت تھی کہ دو دو ڈھائی ڈھائی سال تک محلات کے ملازمین کو تنخواہیں نہیں ملتی تھیں بادشاہ کی ساکھ اس قدر گرگئی تھی کہ مہاجن اور ساہوکار بھی قرض دینے کو تیار نہ ہوتے تھے اسی زمانہ میں شہزادیوں کو تین تین دن کے فاقے کرنے پڑتے تھے''۔۔۔(۲۷)

شاہ عالم کے دور میں معیشت میں کوئی سدھار نہیں ہوا بلکہ انگریزوں سے جنگ ہارنے کے بعد جو پنشن طے ہوئی تھی وہ بھی انگریزوں نے بہانہ کر کے بند کردی سرسید احمد خاں اس کے آگے کا حال یوں لکھتے ہیں :

''اکبر شاہ (۱۸۰۶ء تا ۱۸۳۷ء) اگرچہ تخت نشین ہوا مگر اخراجات کی تنگی کا وہی عالم تھا جو شاہ عالم کے وقت میں تھا شاہ عالم ہی کے وقت میں اخراجات کی نہایت تنگی تھی تمام کارخانے ابتر ہوگئے تھے شاہزادوں کو جو قلعہ کے نومحلہ میں رہتے تھے ماہواری روپیہ نہیں ملتا تھا اور چھتوں پر چڑھ کر چلاتے تھے کہ بھوکے مرتے ہیں بھوکے مرتے ہیں''۔۔۔(۲۸)

سرسید احمد خاں کے سامنے مسلم مغلیہ حکومت کی تنزلی کی پوری روداد تھی نیز ۱۸۵۷ء کے بعد ہندوستان میں مسلمانوں کی تباہی و بربادی کا آنکھوں دیکھا حال تھا جس میں انگریزوں نے ہزاروں خاندانوں کو تباہ و برباد کر کے ان کی جائدادیں ضبط کر کے تہی دست بنا دیا تھا سرسید ایک بیدار مغز انسان تھے رہنمائی کے جوہر رکھتے تھے انہوں نے قوم کی زمینی حقیقت کو سیرت رسول اور مآخذ اسلامی کے آئینہ سے دیکھا تھا ان کے سامنے وہ نابلد و بے خبر نئی نسل تھی جس کو خود کے زوال پذیری سے کچھ لینا دینا نہیں تھا۔ صنعت وزراعت، سپاہ گری، حصول دولت وثروت کے سارے مآخذ سے پورا تغافل تھا انگریزوں اور دیگر حکمرانوں نے تمام ذرائع پر قبضہ مضبوط کرلیا تھا مسلمان صرف مزاحمت کا کھیل کھیل کر اور بھی پسماندہ ہوتا جارہا تھا سرسید نے اقتدار کے نئے تجربہ کو نزدیک سے سمجھنے کی کوشش کی اور برٹش انڈیا کی ملازمت اختیار کرلی وہ مختلف مقامات پر متبادل ہوکر ملازمت سے نئے نئے زاویہ مرتب کرتے رہے آگرہ مرادآباد، بجنور اور غازی پور میں رہ کر انہوں نے نمایاں کام انجام دیئے وہ جہاں بھی جاتے عام ہندوستانیوں بالخصوص مسلمانوں کی ذہنیت کو بالغ بناتے انہیں محنت ومشقت اور جدید تعلیم کی جانب راغب کردیتے تھے لیکن وہ اسلام اور فرائض اسلام کی پابندی کو ساتھ لے کر چلتے تھے جب سرسید کا تبادلہ ۱۲؍مئی ۱۸۶۲ء کو غازی پور ہوگیا تو انہوں نے ۱۸۶۳ء میں سائنٹفک سوسائٹی قائم کی۔(۲۹) جو مسلمانوں کی غربت وجہالت دور کرنے کی غرض سے وجود میں لائی گئی تھی سرسید کی کوششوں سے سوسائٹی ''صاحب اقتدار فرد'' کی حمایت حاصل کرنے میں کامیاب ہوئی اور ہائی پروفائل ڈیوف آف آرگائل (وزیر ہند) نے سوسائٹی کا پیٹرن ہونا منظور کرلیا ڈرینمڈ صاحب لفٹیننٹ گورنر شمال مغرب مکلوڈ صاحب لیفٹیننٹ گورنر پنجاب وائس پیٹرن قرار پائے دیگر صوبوں کے بہت سے رئیس ہندو اور مسلمانوں نے ممبری قبول

کی۔(۳۰) ملکہ بھوپال سکندر بیگم صاحبہ نے سنا تو انہوں نے سرسید کی حوصلہ افزائی کے لئے اپنی الماس کی انگوٹھی تحفہ میں بھیجی جس کی قیمت اس وقت ایک ہزار روپیہ تھی سرسید جو مسلم معیشت کے مضبوطی کے سخت حامی تھی انہوں نے سوسائٹی کو معاشی طور پر مضبوط کرنے لئے وہ انگوٹھی ہبہ کردی اور اپنی پریس جو دوران قیام مراد آباد آٹھ ہزار روپیہ میں خریدا تھا وہ بھی سوسائٹی کو نذر کردی۔(۳۱)

مسلمانوں کی معاشی حالت بہتر ہونے، عزت رفتہ اور اقتدار کے حصول کے لئے سرسید کا ایک نظریہ یہ بھی تھا کہ مسلمان خود اپنے پیروں پر کھڑے ہوں اس کی کمائی اور عزت اس کی اپنی کوشش کا نتیجہ ہو۔ تاکہ وہ اس کی اہمیت سے واقف ہو، اس کو دیگر قوموں سے ترقی کی راہ میں مقابلہ کرنے کی صلاحیت فراہم کرسکے اسی لئے سرسید نے قوم کو عمدہ خواب دکھائے پھر ان میں رنگ بھرنے کے لئے طریقے بتائے جو تعلیمات کے عین مطابق تھے چنانچہ ۱۸۶۴ء میں غازی پور میں مدرسہ کے سنگ بنیاد کے موقع پر انہوں نے اپنی تقریر میں کہا :

''اے خدا کے بندو خدا کی مناجات کرو خدا کے کام کی مدح کرو خدا کا نام اس دم سے ابد تک مبارک ہو آفتاب کے مطلع سے لے کر اس کے مغرب تک خدا کا نام ممدوح ہو ہمارا خدا غریبوں کو خاک سے اٹھالیتا ہے محتاجوں کو کوڑے پر سے اٹھا کر بلند کرتا ہے ہم کو اپنے خدا سے محبت رکھنی چاہئے اس نے ہماری آواز سنی اس نے ہماری غریبی اور درماندگی پر نظر کی سو جب تک ہم جیتے ہیں ہمارا بدن اور ہماری جان اور ہمارا دل اور مرنے کے بعد ہماری روح خدا کی ستائش کرے گی۔

اے خدا ہم میں روز بروز علم کی کمی اور جہالت کی تاریکی کی ترقی ہوئی جاتی تھی تو نے ہمارے دلوں کو پھیرا کہ ہم علم کی روشنی پھیلانے پر مستعد ہوئے''۔۔۔(۳۲)

سرسید احمد خاں ایک راسخ العقیدہ مسلمان تھے وہ غربت دیکھ کر خدا سے اس کے تدارک کے لئے دعا گو بھی ہیں اور کوشش کے لئے توفیق طلب کرتے ہیں لیکن مایوس نہیں اور نہ بائبل کے اس نظریہ کی طرح لکیر کے فقیر :

''غریبی ازل سے ہے ابد تک رہے گی اور غریب دنیا سے کبھی ختم نہ ہوں گے''۔۔۔(۳۳)

وہ تو اپنے پیغمبر اسلام محبوب آقا صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم پر فدا تھے اور اسی پر یقین کامل رکھتے تھے کہ ایک وقت آئے گا جب آدمی زکوٰۃ وصدقات دینے کے لئے سونا لے کر ادھر ادھر گھومتا پھرے گا لیکن کوئی اس کو لینے والا نہ ملے گا یعنی غربت ختم ہوگی اور لوگ خوش حال ضرور ہوں گے الفاظِ حدیث مندرجہ ذیل ہیں۔

عن ابی موسیٰ رضی اللہ عنہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال لیأتینّ علی الناس زمانٌ یطوفُ الرجلُ فیہ بالصدقۃِ من الذّھب ثم لا یجدُ احداً یاخذھا منہ الخ۔(۳۴)

سرسید جانتے تھے کہ جب تک قوم کی معیشت مستحکم نہیں ہوگی قوم قوتِ ارادہ اور استقلال جیسی خوبیوں سے کبھی متصف

نہیں ہوسکتی کیونکہ جب انسان پر غربت ومفلوک الحالی کا دباؤ پڑتا ہے اور ضرورتیں اپنا اثر دکھاتی ہیں تو عام طور پر اچھا خاصہ باعزت انسان بھی دست نگر اور چاپلوس بننے پر مجبور ہوجاتا ہے سرسید کے زمانہ میں یہ بیماری بڑھتی جارہی تھی ابتداً لوگوں نے سرسید کے بارے میں بھی یہی رائے قائم کی کہ وہ معاذ اللہ اپنی ذاتی اغراض کو پورا کرنے کے لئے انگریزوں کی چاپلوسی کرتے ہیں لیکن حقیقت کچھ اور ہی تھی انگریز حکومت کی جانب سے سرسید کو جاگیر دینے کی کوشش کی گئی تھی لیکن انہوں نے سختی سے منع کردیا تھا کہ وہ اپنی قوم کی چھینی ہوئی جائدادیں ہرگز نہیں لے سکتے انہوں نے تو حکومت کا تعاون اپنی قوم کی تعلیم ومعیشت کو ترقی دینے کے لئے لیا وہ قوم کے کچھ بھی کرنے کو تیار رہتے تھے انہیں اگر انگریزوں کی چاپلوسی وچاکری کرنا پڑی تو انہوں نے کی وہ اپنی قوم کے سامنے اہل یورپ کی ترقی اور جدید طرز حکمرانی کے رازِ سربستہ کو افشاں کرنا چاہتے تھے اور اس کے لئے وہ ایک تعلیم گاہ یا ادارہ ورکشاپ بنانا چاہتے تھے جس کا سپر وزن انگریز کریں وہ مشرقی علوم کے خلاف نہیں تھے تاہم جدید علوم کے شامل کرکے اپنی وراثت کو لے کر چلنا چاہتے تھے چنانچہ جب انگریزوں کو اس بات کا احساس ہونے لگا کہ جدید علوم نے ہندوستانیوں میں آزادی وحریت کے جذبات کو پیدا کردیا ہے اور برطانیہ پارلیمنٹ میں یہ کہا گیا کہ ہندوستانیوں کو مشرقی علوم ہی میں الجھائے رکھنا چاہئے اس سلسلہ میں Lord Ellonbrough نے ۱۸۵۲ء اپنی رپورٹ میں کہا تھا کہ اگر مغربی تعلیم ہندوستانیوں کو اسی رفتار سے دی گئی تو ہندوستان میں ہمارا قیام ناممکن ہوجائے گا— (۳۵)

سرسید نے اس کی زوردار مخالفت کی اور اپنے لکچر میں کھل کر بیان درج کیا انہوں نے کہا :

''گورنمنٹ کا مشرقی علوم کی تعلیم پر برخلاف ہماری خواہشوں کے متوجہ ہونا جس کے ساتھ ہم کو ایک فطری طور پر بہ نسبت گورنمنٹ کے زیادہ ہمدردی ہے ایک حیلہ ہماری تعلیم ہائی انگلش ایجوکیشن کو گھٹانے کا یا ہم کو ہمارے حقوق تک پہونچنے کے رستہ کو بند کرنا ہے''— (۳۶)

دوسرے لکچر میں فرماتے ہیں :

''ہندوستانیوں کو اس درجہ تک تعلیم دی جائے کہ ان کو اپنے حقوق حاصل کرنے کی قدرت ہوجائے''— (۳۷)

ادھر سرسید اپنے رسوخ کا استعمال کرتے ہوئے گورنمنٹ انگریزی پر یہ دباؤ بناتے کہ گورنمنٹ اپنی پالیسی جدید تعلیم کے فروغ کے لئے جاری رکھے ادھر وہ مسلمانوں کو متنبہ کرتے کہ غربت وجہالت سے اگر نکلو گے تب ہی اپنے گزشتہ کھوئے ہوئے وقار کو پاسکو گے چنانچہ وہ اپنے ایک لیکچر میں مسلمانوں کو ماضی کا آئینہ دکھاتے ہوئے یوں متنبہ کرتے نظر آتے ہیں :

''اے عزیزو! اپنے باپ دادا کی عزت وبزرگی وحشمت و دولت پر ناز کرنا بڑی غلطی ہے نہایت تجربہ کا ایک بزرگ کا مقولہ ہے :

''دو چیز در دو چیز راست نباید ذکر توانگری در فقیری و ذکر جوانی در پیری''۔

ہمارے باپ دادا اگر بہت بڑے عالی قدر تھے اور ہم نہیں ہیں تو ہم کو اس پر ناز کرنا نہیں چاہئے بلکہ رونا چاہئے کہ ہم اپنے بڑوں کا بھی نام ڈبونے والے پیدا ہوئے اگر اولاد کی اور قوم کی تعلیم وتربیت اس طرح پر نہ ہو کہ جس زمانہ میں وہ لوگ اپنی زندگی بسر کریں گے اس زمانہ میں مناسب لیاقتیں ان میں پیدا نہ ہوں تو ضرور اگلے خاندانوں کا نام برباد ہو جائے گا نواب خلیل اللہ خاں شاہجہانی کا آپ لوگوں نے نام سنا ہوگا ان کے پر پوتے کو میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے کہ لوگوں کے پاؤں دابنے آتا تھا اور دو چار پیسے لے جاتا تھا تغلق آباد گاؤں میں جس قدر مسلمان گھسیارے آباد ہیں جو سارے دن گھاس کھود کر شام کو بیچتے ہیں میں نے خوب تحقیق کی ہے سلطان محمد عادل تغلق شاہ کی اولاد ہیں پس اگلے بزرگوں پر فخر کرنا ایسی حالت میں کہ ہم کچھ نہیں کیا فائدہ ہے"—(۳۸)

یعنی ہماری نااہلی کی وجہ سے ہماری یہ حالت ہوئی اگر تعلیم یافتہ ہوتے یا محنت ومشقت سے کاروبار کرتے یا بزرگوں کی وراثت کو سنبھالنے کا شعور پیدا کر لیتے تو یہ دن دیکھنے کو نہ ملتے یہ سچ ہے کہ سرسید کے زمانہ میں برٹش گورنمنٹ ملک کے دوسرے مقامات پر بھی جدید تعلیم کے کالج کھول رہی تھی اور تعلیمی سلسلہ جاری ہو چکا تھا لیکن مسلمانوں کی سردمہری ان کی پسماندہ طبیعت ان کو آگے بڑھنے کی طرف راغب نہیں کرتی تھی دوسرے پادریوں کی مشریوں نے ایک خوف پیدا کر دیا تھا کہ کہیں انگریزی تعلیم سے بچے کرسٹان نہ ہو جائیں اس لئے مسلمانوں کی معاشی اور تعلیمی دونوں حالتیں نہایت کمزور پڑی ہوئی تھیں کوئی سنبھالنے والا نہیں مل رہا تھا سرسید نے اس زمانہ کا ڈاٹا پیش کیا ہے کہ :

"گورنمنٹ مدارس میں جو تحقیقات ہوئی اس سے ایک نہایت قابل افسوس کے حال ظاہر ہوا ہے یعنی گورنمنٹ میں ۴۸۵ آدمیوں میں سے جوڈیشل اور سررشتہ مال میں معمر عہدوں پر ممتاز ہیں ان میں صرف ۱۹ مسلمان ہیں"—(۳۹)

جہاں سرسید خوشحال زندگی کے حامی تھے وہیں اسلامی اقدار پر مسلمانوں کو قائم دیکھنا چاہتے تھے چنانچہ سرسید نے جب اپنا مدرسہ علی گڑھ میں مدرسۃ العلوم کے نام سے ۱۸۷۵ء میں قائم کیا تو اس میں خاص طور پر مذہبی تعلیم اور نماز کی پابندی کا اہتمام بھی کیا تا کہ نئی نسل ہر طرح سے مسلمان بنی رہے اپنی بنیاد سے محروم نہ ہو جائے۔ خلاصہ کلام یہ کہ سرسید احمد خاں نے ہم کو جدید دنیا کا جہاں خواب دکھایا وہیں اسلامی تعلیم و کلچر سے وابستہ رکھنے کی دعوت بھی دی اور اہتمام بھی کیا اس لئے وہ جدید دور یعنی نشاۃِ ثانیہ کے سرسید ہیں ان جیسا شخص ہم کو گزشتہ ۱۷۰۷ء کے بعد کوئی دوسرا نہیں ملا۔

مصادر ومراجع :

(۱) سورہ ملک: ۱۵۔

(۲) سورہ جمعہ: ۱۰۔

(۳) سنن ترمذی، باب فی التوکل علی اللہ: ۴/۵۷۳۔

(۴) سورہ مزمل:۲۰۔
(۵) سنن ترمذی، ج:۱،ابواب البیوع ص:۱۴۵،طبع رشیدیہ دہلی۔
(۵) صحیح بخاری، ج:۱ص:۳۱۲،طبع دیوبند ۱۴۱۵ھ۔
(۷) اسلامی معاشیات، سید مناظر احسن گیلانی ص۴۶،بحوالہ سیرت محمدیہ۔
(۸) الکتانی ص:۳۷۵۔
(۹) الطبقات الکبریٰ ابن سعد، ج۱:ص:۲۵۰،طبع بیروت ۱۹۶۰ء۔
(۱۰) الکتانی، ج:۱ص:۳۷۸۔
(۱۱) صحیح بخاری، ج:۲،کتاب الطب ص:۸۴۹۔
(۱۲) صحیح بخاری، کتاب بدأالوحی:۷۴/۳۔
(۱۳) صحیح بخاری، ج:۲،ص:۵۸۸۔
(۱۴) صحیح بخاری، کتاب بدأالوحی:۱۵۲/۲۔
(۱۵) بنی اسرائیل:۲۷۔
(۱۶) صحیح بخاری:۱۷۹/۳۔
(۱۷) پہلے زمانہ کے سیاح انگریزی از بیڑی ص:۳۱۵۔
(۱۸) تاریخ مشائخ چشت، ج:۱ص۳۳۳Irvine:Later Mughals V-1 P21۔
(۱۹) ایضاً P-194
(۲۰) ایضاً P-197
(۲۱) شاہ ولی اللہ کے سیاسی مکتوب ص:۲۴۔
(۲۲) النساء:۵۔
(۲۳) Irvine: Leter Mughals V-II P-370-71
(۲۴) سندآف بنگال (انگریزی) ص:۱۵۳
(۲۵) حکومت خود اختیاری ص:۱۰۵
(۲۶) مسز انی بسنٹ ہندوستانیوں نے اپنی آزادی کی کس درجہ جدوجہد کی۔
(۲۷) Irvine: Leter Mughals V-II P-36-37
(۲۸) تاریخ مشائخ چشت،۳۳۵ بحوالہ سیرت فریدیہ ص:۲۴-۲۳
(۲۹) حیات جاوید ص:۱۲۳۔
(۳۰) ایضاً ص:۱۲۴۔
(۳۱) ایضاً ص:۱۲۸۔
(۳۲) حیات جاوید ص......

(۳۳) تورات،کتاب تثنیہ ۱۵-۱۰-۱۱۔
(۳۴) فتح الباری شرح بخاری، ج ۳:ص:۳۵۹ حدیث نمبر ۱۴۱۴ طبع علمیہ سیرت ۱۹۹۷ء۔
(۳۵) سرسید کی فکر اور عصر جدید کے تقاضے ص: ۴۵۔
(۳۶) مجموعہ لیکچر ص:۲۵۵۔
(۳۷) ایضاً ص:۲۵۴۔
(۳۸) مجموعہ لیکچرس نمبر ص:۹۰ جدید ایڈیشن۔
(۳۹) ایضاً ص:۹۴۔

✲ ✲ ✲ ✲ ✲ ✲ ✲ ✲ ✲ ✲

شرح اشتہار

سہ ماہی مجلہ المجیب

دنیائے علم وادب کا مقبول عام سہ ماہی مجلہ ''المجیب'' خانقاہ مجیبیہ پھلواری شریف پٹنہ کا ترجمان — ایک دینی، علمی وادبی مجلہ ہے جو کسی تعارف کا محتاج نہیں ہے۔ ملک وبیرون ملک ہر جگہ اس رسالہ کو کی غیر معمولی مقبولیت حاصل رہی ہے۔ یہ رسالہ علماء، ادباء، معلمین ومتعلمین، افسران وعہدہ داران بلکہ ہر خاص وعام کے ذوق مطالعہ میں رہتا ہے — اور ہر طبقہ وجماعت کے لوگ اس سے استفادہ کرتے ہیں۔

لہٰذا باذوق تاجرین اور تنظیم وتحریک کے مالکان سے پرخلوص گذارش ہے کہ اس مقبول ترین رسالہ میں اپنا اشتہار دے کر اپنی تجارت کو فروغ دیں — اور اپنے نام و پتہ کے ساتھ پیشگی رقم ارسال فرمائیں۔ اشتہارات کی تفصیل حسب ذیل ہے :

ملٹی کلر اشتہار

پشت سرورق	مکمل صفحہ	8,000/-	نصف صفحہ	4,000/-	چوتھائی صفحہ	2,000/-
اندرون سرورق	مکمل صفحہ	7,000/-	نصف صفحہ	3,500/-	چوتھائی صفحہ	1,750/-

سادہ اشتہار

اندرون مجلہ	مکمل صفحہ	5,000/-	نصف صفحہ	2,500/-	چوتھائی صفحہ	1,250/-

خواہش مند حضرات اپنے اشتہارات کے ساتھ پیشگی رقم کا چیک یا ڈرافٹ ادارہ کو پہلی فرصت میں مرحمت فرمائیں تاکہ ان کے آرڈر کو حتمی شکل دی جاسکے۔ چیک یا ڈرافٹ کے ذریعہ رقم ارسال کرتے وقت صرف "DARUL ESHA'AT" تحریر کریں۔

تیسری قسط

منزل جاناں پہ تو پہنچا بہ صد مشکل سہی
(چند دن دیار حرم میں)

● وارث ریاضی— کاشانۂ ادب، سکٹا دیوراج، بسوریا، مغربی چمپارن

۱۲/ ذی قعدہ ۱۴۳۸ھ (۶/ اگست ۲۰۱۷ء) کی صبح کو ناشتے سے فراغت کے بعد ہم نے کرائے کی ایک بس کے ذریعہ مدینہ منورہ کے مختلف مقامات و آثار کی زیارت کی، رہ نمائی کرنے والے نے وادی بطحان کے ایریا میں ایک قطعۂ ارض دکھلایا اور بتایا کہ یہاں کی مٹی میں شفا ہے، جو'' خاک شفا'' کے نام سے مشہور ہے، لیکن اب سعودی حکومت نے یہاں کی مٹی نکالنے پر پابندی عائد کر دی ہے۔

احادیث پر نظر ڈالنے سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ مدینے کی مٹی میں شفا کی خاصیت کسی ایک قطعۂ ارض کے ساتھ مخصوص نہیں ہے، بلکہ مطلقاً مدینہ منورہ کی مٹی میں تاثیر شفا ہے، اس سلسلے میں تاریخ المدینۃ المنورۃ کے مولف ڈاکٹر محمد الیاس عبد الغنی، مسلم شریف کی حدیث نمبر ۲۱۹۴/ کے حوالے سے لکھتے ہیں :

اگر کسی شخص کو کوئی تکلیف ہوتی یا اس کے جسم پر پھوڑا اور پھنسی نکل آتی یا زخم ہو جاتا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی شہادت کی انگلی زمین سے مس کر کے اٹھاتے اور پھر یہ دعا پڑھتے :

بسم اللہ تربۃ ارضنا بریقۃ بعضنا یشفی بہ سقیمنا باذن ربنا — (۳۸)

ترجمہ : اللہ کے نام کے ساتھ ہماری زمین کی مٹی ہمارے لعاب دہن کے ساتھ ہمارے رب کے حکم سے ہمارے بیمار کے لیے شفا کا سبب ہے۔

مذکورہ حدیث میں مدینہ منورہ کے کسی خاص حصے کی زمین کا تعین نہیں کیا گیا ہے، بلکہ مدینے کی ساری مٹی میں شفا کی تاثیر بتائی گئی ہے، جہاں تک بطحان کے تعین والی حدیث ہے، اسے ڈاکٹر محمد الیاس عبد الغنی نے ضعیف قرار دیا ہے، نیز مدنی مٹی کو جلد پر لگانا ثابت ہے، اس کو کھانا جائز نہیں— (۳۹)

صحیح مسلم کی درج بالا حدیث کی تصدیق ذیل کی روایت سے بھی ہوتی ہے، جس میں صراحت کے ساتھ ہے :

والذی نفسی بیدہ ان فی غبارھا شفاءًا من کل داء۔ (۴۰)

ترجمہ : اللہ کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے، بلا شبہ مدینے کی مٹی میں ہر مرض کے لئے شفاء ہے۔

مٹی چاہے کسی جگہ کی ہو اس کا کھانا صحت کے لیے نقصان رساں ہے، بلکہ خودکشی کے مترادف ہے، ناچیز نے بہت پہلے ایک کتاب میں یہ حدیث دیکھی تھی :

من اکل الطین فکانما اعان علی قتل نفسه (او کما کتب)۔

ترجمہ : جس نے مٹی کھائی اس نے اپنی جان کے مارڈالنے میں معاونت کی۔

تقریباً ساڑھے آٹھ بجے صبح کو ہم مسجد غمامہ پہنچے، مسجد نبوی سے یہ مسجد ۳۰۵ میٹر کے فاصلے پر جنوب مغرب میں ہے، رسول اللہ ﷺ مقام غمامہ پر عید کی نماز ادا کرتے تھے، اس لیے تاریخ کی کتابوں میں اس مسجد کا نام ''مسجد مصلی'' (عیدگاہ والی مسجد) ہے۔ غالباً اس مسجد کو حضرت عمر بن عبدالعزیز (۶۷۹-۷۱۸ء) نے بنوائی۔ موجودہ عمارت سلطان عبدالمجید ترکی کے زمانے کی ہے، سلطان فہد کے زمانے میں اس کی ترمیم وتجدید ہوئی۔

مسجد غمامہ سے ہم مسجد ابوبکرؓ پہنچے جو مسجد غمامہ سے ۴۰ میٹر کی دوری پر ہے۔ مسجد ابوبکرؓ میں بھی رسول اللہ ﷺ نے عید کی نماز ادا کی تھی، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے بھی یہاں عید کی نمازیں پڑھیں، غالباً حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ کے دور میں یہ مسجد بھی تعمیر ہوئی اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب کردی گئی۔ موجودہ عمارت سلطان محمود خاں ترکی نے بنوائی۔ شاہ فہد نے ۱۴۱۱ھ میں اس کی مرمت کروائی، یہ مسجد، مسجد نبوی سے ۳۳۵ میٹر کے فاصلے پر ہے اور اس کا رقبہ ۲۹۲۷۵ مربع میٹر ہے۔ (۴۱)

مسجد ابوبکرؓ سے ہم مسجد قبا پہنچے، ہجرت کے سفر میں نبی کریم ﷺ نے سب سے پہلے ''قبا'' میں حضرت کلثوم بن ہدمؓ کے گھر قیام فرمایا تھا، قبا میں آپ ﷺ نے جس مقام پر نمازیں پڑھیں وہ حضرت کلثوم بن ہدم کا ''مربد'' تھا، جہاں کھجوریں سکھائی جاتی تھیں، وہ جگہ آپ ﷺ نے حضرت کلثوم بن ہدمؓ سے مانگ لی اور وہاں آپ ﷺ نے اسلام کی سب سے پہلی مسجد کی تاسیس رکھی، یہی وہ مسجد ہے جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے :

لَمَسۡجِدٌ اُسِّسَ عَلَی التَّقۡوٰی مِنۡ اَوَّلِ یَوۡمٍ اَحَقُّ اَنۡ تَقُوۡمَ فِیۡهِ ؕ ۔ (التوبہ:۱۰۸)

ترجمہ : اول دن سے جس مسجد کی بنیاد تقویٰ پر رکھی گئی، وہ اس لائق ہے کہ آپ اس میں نماز پڑھیں۔

مسجد قبا کی فضیلت میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا :

من تطھر فی بیته ثم اتی مسجد قباء فصلی فیه صلوۃ کان له کاجر عمرۃ۔ (۴۲)

ترجمہ : جوشخص خوب پاک صاف ہوکر (وضو کرکے) مسجد قبا میں آکر نماز پڑھے اسے ایک عمرہ کا ثواب ملے گا۔

حضرت عمر بن عبدالعزیز سے لے کر سلطان عبدالمجید (ترکی) کے عہد تک مسلسل مسجد قبا کی توسیع وتجدید کا کام ہوتا رہا ۱۳۸۸ھ (۱۹۶۸ء) میں شاہ فیصل مرحوم کے حکم سے مسجد قبا کی ازسرنو خوب صورت انداز میں تعمیر کی گئی اور شمال کی جانب اس کی توسیع کی گئی۔ ۱۴۰۶ھ (۱۹۸۶ء) میں شاہ فہد مرحوم کے عہد حکومت میں مسجد قبا کی توسیع وتجدید پر خصوصی توجہ دی گئی اور اس پر ۹۵ ملین سعودی ریال خرچ کئے گئے، چنانچہ اب مسجد قبا میں بیس ہزار نمازیوں کی گنجائش ہوگئی۔ مسجد نبوی سے مسجد قبا ۳،۲ کیلومیٹر کے فاصلے پر ہے— (۴۳)

مسجد قبا میں ۴رکعت نماز ادا کرکے ہمارا قافلہ مسجد قبلتین پہنچا، رسول اللہ ﷺ بنوسلمہ کی زمین کے ایک حصے میں مسجد اقصیٰ کی طرف رخ کرکے ظہر کی نماز پڑھ رہے تھے، اسی دوران تحویل قبلہ کا حکم نازل ہوا :

فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ؕ— (البقرۃ:۱۴۹)

ترجمہ : آپ اپنا رخ مسجد حرام (کعبہ مکرمہ) کی طرف کرلیجیے۔

آپ ﷺ نے نماز ہی کے اندر اپنا رخ کعبہ مشرفہ کی طرف کرلیا۔ بنوسلمہ کا وہ قطعۂ ارض جہاں تحویل قبلہ کا حکم ہوا، اس پر مسجد قبلتین کی تعمیر ہوئی۔ یہ مسجد شارع خالد بن ولید کے کنارے وادی عقیق کے قریب واقع ہے، یہ مسجد نبوی سے ۳،۵ کیلومیٹر کی دوری پر ہے۔

بنوسلمہ کا تعلق قبیلۂ خزرج سے تھا، ان کی آبادی حرہ غربیہ کی شمالی جانب، وادی عقیق سے قریب جبل سلع سے جانب مغرب میں تھی۔ بنوسلمہ نے وہاں سے مسجد نبوی کے آس پاس منتقل ہونے کی خواہش کا اظہار کیا، رسول اللہ ﷺ نے دفاعی اور اقتصادی لحاظ سے بنوسلمہ کا وہاں سے منتقل ہونا مناسب نہیں سمجھا اور فرمایا :

''بنوسلمہ! مسجد نبوی تک اٹھنے والے قدموں کے ثواب کا خیال کرو''— (۴۴)

چنانچہ بنوسلمہ نے وہیں مستقل سکونت اختیار کرلی جہاں وہ پہلے سے آباد تھے۔

مسجد قبلتین سے ہمارا گائڈ کھجوروں کے ایک بڑے باغ کے پاس لے گیا، جہاں کھجوریں پھل کر درختوں سے لٹکی ہوئی تھیں، انہیں کپڑوں کی تھیلیوں میں چھپا دیا گیا تھا، باغ کے قریب ایک بڑی دکان میں نوع بہ نوع کی کھجوریں سجا کر رکھی ہوئی تھیں، یوں تو مدینہ منورہ میں سو (۱۰۰) قسم کی کھجوریں پائی جاتی ہیں، لیکن اس دکان میں کوئی پانچ سات قسم کی کھجوریں فروخت کی جارہی تھیں، کچھ زائرین کھجوروں سے لذت آشنا ہوکر کھجوریں خرید رہے تھے، لیکن زیادہ تر زائرین کھجوروں سے صرف لذت آشنا ہورہے تھے، لیکن دکان داروں میں کسی طرح کی کوئی ناگواری نہیں دیکھی گئی، ناچیز آخرالذکر طبقے میں تھا، چوں کہ ہماری رہائش کے قریب کھجوروں کی تین چار بڑی دکانیں تھیں، اس لیے ہم نے یہیں سے کھجوریں خریدیں۔

کھجوروں کے باغ سے ہوکر تقریباً ۱۱ر بجے دن میں ہماری بس جبل احد کے ایریا میں جا کر رک گئی۔

جبل اُحد :

یہ مدینہ منورہ کا سب سے بڑا پہاڑ ہے، جو شمال کی طرف واقع ہے، یہ مسجد نبوی سے تقریباً ۴ر کیلومیٹر کے فاصلے پر ہے۔ یہ سرخ رنگ کا پہاڑ ہے، جس میں مختلف چوٹیاں ہیں، پورب سے پچھم کی طرف اس کی لمبائی تقریباً ۷ر کیلومیٹر اور چوڑائی ۳ر کیلومیٹر ہے۔ زمین سے اس کی اونچائی ۳۰۰ر میٹر اور سطح سمندر سے ایک کیلومیٹر بلند ہے ــــ(۴۵)

جبل احد کو ہر طرف سے لوہے کی جالیوں سے گھیر دیا گیا ہے، زائرین تقریباً ۲۰۰ میٹر کے دوری سے احد کا مشاہد کرتے ہیں۔

احد کی وجہ تسمیہ بیان کرتے ہوئے غالی محمد الامین الشنقیطی لکھتے ہیں :

(۱) یہ نالیوں اور وادیوں سے گھرا ہوا احد پہاڑ ہے، اس لیے اسے احد کہا جاتا ہے۔

(۲) احد پہاڑ کے پاس جس شخص نے سب سے پہلے قیام کیا اس کا تعلق عمالقہ سے تھا، اس کا نام احد اس لیے رکھا گیا کہ اس سے اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کی طرف اشارہ ہوتا ہے ــــ(۴۶)

''احد'' جانب شمال میں حرم مدینہ کی حدود میں شامل ہے، جبل احد سے رسول اللہ ﷺ کو بڑی محبت تھی، آپ ﷺ کا ارشاد ہے :

ان احدا جبل یحبنا و نحبہ ــ(۴۷)

ترجمہ : احد ہم سے محبت کرتا ہے اور ہم اس سے محبت کرتے ہیں۔

جبل احد کی وادی اور میدان کے درمیان ۳ھ میں احد کا معرکہ پیش آیا تھا، اسی وادی میں ایک چھوٹا سا قبرستان ہے، جس میں سید الشہداء حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ (شہادت ۶۲۵ء) کی قبر ہے، تفصیل سیرت اور تاریخ اسلام کی کتابوں میں دیکھی جا سکتی ہے۔

احد کے احاطے میں حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی قبر مبارک دیکھتے ہی بے اختیار آنکھوں میں آنسو رواں ہونے لگے اور جنگ احد کا سارا واقعہ نگاہوں میں پھر گیا، دور ہی سے حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کو سلام کا نذرانہ پیش کیا اور آنسو پوچھتا ہوا بس میں آ کر سوار ہو گیا، بس مسجد نبوی کے پاس جا کر کھڑی ہوئی، ناچیز بس سے اتر کر مسجد نبوی میں آیا ظہر کی اذان ہوئی تو نماز ادا کر کے، ایک ہوٹل میں کھانا کھایا اور اپنی رہائش پر آ گیا۔

بقیع غرقد :

اسی روز یعنی ۱۲ر ذی قعدہ (۶ر اگست) مسجد نبوی میں عصر کی نماز ادا کر کے مولانا محمد فاروق صاحب اور ایک عزیز شاگرد مولوی مزمل حسین سلمہ (رام نگر، مغربی چمپارن) کے ہم راہ مدینہ منورہ کے مشہور قبرستان بقیع غرقد پہنچا۔

بقیع کے معنی آتے ہیں: کشادہ جگہ، جہاں درخت ہوں، لیکن یہاں مراد مدینے کا قبرستان ہے۔۔۔(۴۸)

غرقد کے معنی ہیں: کانٹے دار جھاڑی۔۔۔(۴۹)

جھاڑیوں کو صاف کرکے وہاں قبرستان بنایا گیا ہے، اس لیے اسے ''بقیع غرقد'' کہا جاتا ہے، اس کا دوسرا نام جنت البقیع ہے۔

''بقیع غرقد'' مسجد نبوی کے مشرق میں ہے، پہلے مسجد نبوی اور بقیع غرقد کے درمیاں ''حارۃ الاغوات'' نام کا ایک محلہ آباد تھا، جس میں خدام الحرم رہتے تھے، لیکن ۱۴۰۵ھ میں جب مسجد نبوی کی توسیع ہونے لگی تو اس محلے کو ختم کر دیا گیا، اب مسجد نبوی اور بقیع غرقد کے درمیان کوئی چیز حائل نہیں ہے۔۔۔(۵۰)

بقیع الغرقد میں تقریباً دس ہزار صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم مدفون ہیں، حضرت میمونہؓ اور حضرت خدیجہؓ کے سوا حضرت عائشہ صدیقہؓ اور دیگر تمام ازواج مطہراتؓ اسی قبرستان میں آرام فرما ہیں، حضرت فاطمہ زہراؓ اور دوسری صاحب زادیاں، رسول اللہ ﷺ کے نواسہ حضرت حسنؓ اور آپ ﷺ کے لخت جگر حضرت ابراہیمؓ، آپ ﷺ کے چچا حضرت عباسؓ، مظلوم خلیفہ ثالث حضرت عثمان غنیؓ، حضرت عبداللہ بن مسعودؓ، حضرت سعد بن وقاصؓ، حضرت سعید خدریؓ، حضرت نافعؓ اور دیگر اصحاب النبیؐ رضی اللہ عنہم، حضرت امام مالکؒ اور سیکڑوں تابعین اور صالحین اسی قبرستان میں آسودۂ لحد ہیں۔۔۔(۵۱)

رسول اللہ ﷺ بقیع غرقد والوں کے لیے مغفرت کی دعائیں کیا کرتے تھے، ایک مشہور دعا یہ ہے :

السلام علیکم دار قوم مومنین واتاکم ماتوعدون غدا موجلون وانا ان شاء اللہ بکم لاحقون، اللھم اغفر لاھل البقیع الغرقد۔۔ (۵۲)

ترجمہ : اے مومن قوم! تم پر سلامتی ہو، تمہارے پاس وہ چیز آگئی جس کا تم سے وعدہ کیا گیا تھا اور ہم بھی ان شاءاللہ تم سے آکر ملیں گے۔ اے اللہ! بقیع غرقد والوں کی مغفرت فرما۔

بقیع غرقد کی زیارت کرنا سنت ہے، رسول اللہ ﷺ رات کی تنہائی میں بقیع غرقد میں تشریف لے جاتے تھے اور بقیع غرقد والوں کے لیے دعائے مغفرت فرماتے تھے۔

ناچیز جب بقیع غرقد میں پہنچا تو شہدائے صحابہؓ اور اہل بیتؓ کی قبروں پر کتبے نہ دیکھ کر ششدر اور حیران رہ گیا۔ ترکی عثمانی حکم رانوں نے تو بقیع غرقد میں حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا، حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ اور دیگر اہل بیت اور اجل صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی قبروں پر قبے بنوا دیے تھے اور کتبے بھی لگوا دیے تھے، تاکہ اجل صحابہؓ اور اہل بیت کی قبروں کی شناخت ہو سکے، لیکن سعودی حکومت نے نجدی علما کے زیر اثر ''بدعت'' قرار دے کر ان تمام قبوں اور کتبوں کو مسمار کرکے نیست و نابود کر دیا ہے۔ اس طرح ناچیز کے خیال میں سعودی حکومت نے صحابہ کرام اور صالحین کی قبروں کی توہین کی ہے، کیوں کہ ان قبوں اور کتبوں کو اسلامی آثار کی حیثیت حاصل تھا۔

اگر سعودی حکومت کے نزدیک صحابہ کرام اور صالحین کی قبروں پر قبے بنوانا اور کتبے لگوانا ممنوع ہے تو جن احادیث سے ان کی ممنوعیت ثابت ہوتی ہے، کیا ان کا اطلاق حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کی پختہ قبروں پر نہیں ہوتا؟ جہاں تک روضۂ اطہر کی بات ہے تو سرورکائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خصوصیت کے پیش نظر روضۂ اطہر کو نمایاں رکھنا الگ بات ہے۔

صالحین کی قبروں پر کتبے نصب کرنا ''اجماع عملی'' سے ثابت ہے، دینا میں آپ کہیں بھی جائیے، مشرق سے مغرب تک صالحین کی قبروں پر کتبے لگوائے گئے ہیں، اور یہ سلسلہ آج بھی جاری ہے۔

امام ابوداؤد (۲۰۶ھ۔۲۷۵ھ) نے ایک جید سند سے یہ حدیث بیان کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ کی قبر پر اپنے دست ہائے مبارک سے ایک پتھر نصب کرکے فرمایا :

اتعلم بھا قبر اخی وادفن الیہ من مات من اھلی۔ (۵۳)

ترجمہ : اس نشان کے ذریعہ میں اپنے بھائی کی قبر کی شناخت کرسکوں گا اور میرے خاندان کے کسی فرد کا انتقال ہوا تو اپنے بھائی کی قبر کے پاس اس کو دفن کرسکوں گا۔

درج بالا حدیث نقل کرکے ''اجماع عملی'' کے ذریعے قبروں پر کتبے نصب کرنے کے جواز پر اظہار خیال کرتے ہوئے علامہ ابن عابدین رقم طراز ہیں :

فان الکتابۃ طریق الی تعرف القبر بھا نعم یظھر ان محل ھذا الاجماع العملی علی الرخصۃ فیھا ماذا کانت الحاجۃ داعیۃ الیہ فی الجملۃ کما اشار الیہ فی المحیط بقولہ: ان احتیج الی الکتابۃ حتی لایذھب الاثر ولا یمھن فلا باس بہ فاما الکتابۃ بغیر عذر فلا۔ (۵۴)

ترجمہ : قبر پر کتبہ نصب کرنا قبر کی شناخت کا سبب ہے، چنانچہ اس اجماع عملی سے زیادہ سے زیادہ یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ اگر ضرورت داعی ہو تو قبر پر کتبہ نصب کرنا جائز ہے جیسا کہ محیط میں ہے کہ اگر اس بات کا لحاظ رکھنا مقصود ہو کہ قبر کا نشان ختم نہ ہوسکے اور قبر پامال نہ ہو تو قبر پر کتبہ لگانے کی رخصت ہے، بہ صورت دیگر درست نہیں۔

اجل صحابہؓ، اہل بیتؓ اور صالحین کی قبروں پر ترکی کے عثمانی حکم رانوں کی طرف سے تعمیر کئے گئے قبوں اور نصب کئے گئے کتبوں کو مسمار کرکے سعودی حکم رانوں نے کوئی بڑا اسلامی کارنامہ انجام نہیں دیا ہے۔

حیرت تو اس بات پر ہے کہ ''بدعت شکنی'' کے نام پر سعودی حکومت ایک طرف تو اسلامی آثار ایک ایک کرکے مٹاتی جارہی ہے اور دوسری طرف مغربی آقاؤں کی ترغیب پر اسلامی ثقافت وتہذیب اور اسلامی اخلاق وآداب کو بالائے طاق رکھ کر ''اسلام'' کو مغربی تہذیب وثقافت سے ہم آہنگ کرنے کی کوشش کررہی ہے۔ عورتیں جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا حکم صریح ہے :

وَقَرْنَ فِیْ بُیُوْتِکُنَّ وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِیَّةِ الْاُوْلٰی ــ(الاحزاب:۳۳)

ترجمہ : اوراپنے گھروں میں چین سے رہواورسابق دورجاہلیت کی طرح اپنے حسن کی نمائش مت کرو۔

اللہ تعالیٰ کی اس صریح حکم کے خلاف سعودی حکومت میں نام نہادترقی اورآزادئ نسواں کافریب دے کرعورتوں کو ان کے گھروں سے نکال کرانہیں اپنے حسن کی نمائش کے مواقع فراہم کئے جارہے ہیں،لہوولعب کے اڈے اورسینماہال تعمیر کئے جارہے ہیں،نہیں معلوم موجودہ سعودی حکمراں دنیاکے سامنے کون سااسلام پیش کرناچاہتے ہیں؟

ناطقہ سربہ گریباں ہے اسے کیاکہیے؟

ــ(جاری)

مآخذاورحواشی :

(۳۸) ڈاکٹرمحمدالیاس عبدالغنی،تاریخ المدینۃ المنورۃ مطابع الرشید،المدینۃ المنورۃ،ص:۱۸بحوالہ صحیح مسلم حدیث نمبر:۲۱۹۴۔

(۳۹) حوالہ بالا،ص:۱۸۔

(۴۰) الامام الحافظ ذکی الدین عبدالعظیم الترغیب والترھیب،ج:۲/بیروت،ص:۲۲۸۔

(۴۱) ڈاکٹرمحمدالیاس عبدالغنی،تاریخ المدینۃ المنورۃ مطابع الرشید،المدینۃ المنورۃ،ص:۵۸۔

(۴۲) غالی محمدالامین الشنقیطی تاریخ مدینہ منورہ(مترجم ڈاکٹرشمس کمال انجم)دارالاشاعت مصطفائی دہلی،ص:۱۰۹بحوالہ ابن ماجہ کتاب اقامۃ الصلوٰۃ والسنۃ فیھاحدیث نمبر:۱۴۱۲۔

(۴۳) ڈاکٹرمحمدالیاس عبدالغنی،تاریخ المدینۃ المنورۃ مطابع الرشید،المدینۃ المنورۃ،ص:۴۶۔

(۴۴) حوالہ بالا،ص:۶۴۔

(۴۵) حوالہ بالا،ص:۸۴۔

(۴۶) غالی محمدالامین الشنقیطی تاریخ مدینہ منورہ(مترجم ڈاکٹرشمس کمال انجم)دارالاشاعت مصطفائی دہلی،ص:۱۶۴۔

(۴۷) حوالہ بالا،ص:۱۶۴،۱۶۵۔بحوالہ بخاری کتاب الجہادوالسیرحدیث نمبر:۲۲۸۸۹۔

(۴۸) مولاناوحیدالزماں کیرانوی القاموس الوحیدکتب خانہ حسینیہ دیوبند:۱/۱۷۵۔

(۴۹) حوالہ بالاالقاموس الوحید:۲/۱۱۶۵۔

(۵۰) غالی محمدالامین الشنقیطی تاریخ مدینہ منورہ(مترجم ڈاکٹرشمس کمال انجم)دارالاشاعت مصطفائی دہلی،ص:۱۰۱۔

(۵۱) مولاناسیدمحمدرابع ندوی،جزیرۃ العرب مجلس تحقیقات ونشریات اسلام لکھنو،ص:۲۵۱اورتاریخ مدینہ منورہ،ص:۱۰۳،۱۰۴۔

(۵۲) ڈاکٹرمحمدالیاس عبدالغنی،تاریخ المدینۃ المنورۃ مطابع الرشید،المدینۃ المنورۃ،ص:۱۴۔

(۵۳) علامہ ابن عابدین شامی مکتبہ زکریادیوبند:۳/۱۵۵۔

(۵۴) حوالہ بالا۔

❊ ❊ ❊ ❊ ❊ ❊ ❊ ❊ ❊ ❊ ❊

دوسری قسط

مالی جرمانہ کا شرعی حکم — تحقیق وتنقیح

● مولانا اختر امام عادل قاسمی — بانی ومہتمم جامعہ ربانی منورواشریف (بہار)

امام ابو یوسفؒ کے قول کی تشریح :

یہ تشریح جدید میرے علم کے مطابق پہلی مرتبہ مذکورہ بالا دونوں اکابر (خوارزمیؒ وتمرتاشیؒ) کے حوالے سے امام حافظ الدین محمد بن محمد بن شہاب المعروف بابن البزاز الکردری الحنفیؒ (م ۸۲۷ھ) کی مشہور زمانہ کتاب "فتاویٰ بزازیہ" میں منقول ہوئی :

"والتعزیر باخذ المال ان المصلحة فیه جائزة ،قال مولانا خاتمة المجتهدین رکن الدین ابو یحییٰ الخوارزمی :معناه ان ناخذ ماله ونودعه فاذا تاب نرده علیه کما عرف فی خیول البغاة وسلاحهم وصوبه الامام ظهیر الدین التمرتاشی الخوارزمی قالوا ومن جملته من لا یحضر الجماعة یجوز تعزیره باخذ المال — (۲۰)

اس کے بعد بزازیہ ہی کے حوالے سے یہ تشریح تمام کتب متاخرہ میں نقل ہوتی چلی گئی ،علامہ ابن نجیم کی شہرۂ آفاق کتاب "البحر الرائق" میں جہاں یہ بحث آئی ہے، وہاں ابن نجیمؒ نے پہلے یہ لکھا (جو تمام کتب متقدمہ میں بھی موجود ہے) کہ امام محمدؒ نے اپنی کسی کتاب میں تعزیر بالمال کا ذکر نہیں کیا ہے، پھر امام ابو یوسفؒ کا قول جواز نقل کیا، اور اس رائے کو فتاویٰ ظہیریۃ اور الخلاصۃ کے حوالوں سے مدلل کرنے کے بعد اس کی ایک مثال پیش کی کہ جو شخص تارک جماعت ہو اس سے مالی جرمانہ لینا جائز ہے، اس کے بعد بزازیہ کے حوالے سے قول امام ابی یوسفؒ کی تشریح نقل فرمائی ، البتہ ابن نجیمؒ نے المجتبیٰ کے حوالے سے اس تاویل کے ساتھ ایک اور تاویل کو ہم رشتہ کیا کہ اگر مجرم کے توبہ کی امید نہ ہو تو حاکم جہاں مناسب سمجھے خرچ کرسکتا ہے، اس طرح بات پھر وہیں مالی جرمانہ کے سابقہ تصور کی طرف لوٹ کر چلی آئی ، اور گو کہ اصل مذہب عدم جواز ہے، لیکن ابن نجیم کی تشریح در تشریح نے عدم جواز کی شدت کو کم کر دیا ہے :

وَأَفَادَ فِی الْبَزَّازِیَّةِ أَنَّ مَعْنَی التَّعْزِیرِ بِأَخْذِ الْمَالِ علی الْقَوْلِ بِهِ إِمْسَاكُ شَیْءٍ من مَالِهِ عند

مُدَّةٍ لِيَنْزَجِرَ ثُمَّ يُعِيدُهُ الْحَاكِمُ إِلَيْهِ لَا أَنْ يَأْخُذَهُ الْحَاكِمُ لِنَفْسِهِ أَوْ لِبَيْتِ الْمَالِ كَمَا يَتَوَهَّمُهُ الظَّلَمَةُ إِذْ لَا يَجُوزُ لِأَحَدٍ مِنَ الْمُسْلِمِينَ أَخْذُ مَالِ أَحَدٍ بِغَيْرِ سَبَبٍ شَرْعِيٍّ وفى الْمُجْتَبَى لم يذكر كَيْفِيَّةَ الْأَخْذِ وَأَرَى أَنْ يَأْخُذَهَا فَيُمْسِكَهَا فَإِنْ أَيِسَ من تَوْبَتِهِ يَصْرِفُهَا إِلَى ما يَرَى وفى شَرْحِ الْآثَارِ التَّعْزِيرُ بِالْمَالِ كان فى ابْتِدَاءِ الْإِسْلَامِ ثُمَّ نُسِخَ اه وَالْحَاصِلُ أَنَّ الْمَذْهَبَ عَدَمُ التَّعْزِيرِ بِأَخْذِ الْمَالِ ۔ (۲۱)

واضح رہے کہ المجتبیٰ کے مصنف علامہ نجم الدین الزاہدی (متوفی ۶۵۸ھ)، ابن البزاز الکردری، امام رکن الدین الخوارزمی، اور امام ظہیر الدین التمرتاشیؒ سب سے متقدم ہیں۔

اس کے بعد شامی، عالمگیری، مجمع الانہر اور مجلۃ الاحکام وغیرہ متعدد کتابوں میں البحر الرائق ہی کے حوالے سے یہ بات نقل کی گئی، جس میں بزازی کی تشریح اور صاحب المجتبیٰ علامہ زاہدیؒ کی درتشریح بھی شامل تھی، مثلاً:

مطلب فى التعزير بأخذ المال قوله (لا بأخذ مال فى المذهب) قال فى الفتح وعن أبى يوسف يجوز التعزير للسلطان بأخذ المال وعندهما وباقى الأئمة لا يجوز اه ومثله فى المعراج وظاهره أن ذلك رواية ضعيفة عن أبى يوسف قال فى الشرنبلالية ولا يفتى بهذا لما فيه من تسليط الظلمة على أخذ مال الناس فيأكلونه اه ومثله فى شرح الوهبانية عن ابن وهبان قوله (وفيه الخ) أى فى البحر حيث قال وأفاد فى البزازية أن معنى التعزير بأخذ المال على القول به إمساك شىء من ماله عنه مدة لينزجر ثم يعيده الحاكم إليه لا أن يأخذه الحاكم لنفسه أو لبيت المال كما يتوهمه الظلمة إذ لا يجوز لأحد من المسلمين أخذ مال أحد بغير سبب شرعى وفى المجتبى لم يذكر كيفية الأخذ وأرى أن يأخذها فيمسكها فإن أيس من توبته يصرفها إلى ما يرى وفى شرح الآثار التعزير بالمال كان فى ابتداء الإسلام ثم نسخ اه والحاصل أن المذهب عدم التعزير بأخذ المال ۔ (۲۲)

وَبَقِيَ التَّعْزِيرُ بِالشَّتْمِ وَأَخْذِ الْمَالِ فَأَمَّا التَّعْزِيرُ بِالشَّتْمِ فَهُوَ مَشْرُوعٌ بَعْدَ أَنْ لَا يَكُونَ قَذْفًا كَمَا فِي الْبَحْرِ عَنِ الْمُجْتَبَى وَأَمَّا بِالْمَالِ فَصِفَتُهُ أَنْ يَحْبِسَهُ عَنْ صَاحِبِهِ مُدَّةً لِيَنْزَجِرَ ثُمَّ يُعِيدُهُ إِلَيْهِ كَمَا فِي الْبَحْرِ عَنِ الْبَزَّازِيَّةِ اهـ وَلَا يُفْتَى بِهَذَا لِمَا فِيهِ مِنْ تَسْلِيطِ الظَّلَمَةِ عَلَى أَخْذِ مَالِ النَّاسِ فَيَأْكُلُونَهُ ۔ (۲۳)

المجتبیٰ کے تفرد کا مسئلہ:

عصر حاضر کے مشہور فقیہ حضرت مولانا مفتی رشید احمد لدھیانویؒ (صاحب احسن الفتاویٰ) نے المجتبیٰ کے اضافہ کو یہ

کہہ کرمسترد کرنے کی کوشش کی ہے کہ علامہ زاہدی معتزلی ہیں، اوران کا تفرد فقہی روایات میں معتبرنہیں، چہ جائیکہ ان کی اپنی رائے ہو، (۲۴) لیکن حقیقت یہ ہے کہ صاحب المجتبیٰ نے یہ اضافہ کرکے اس مسئلہ کو امام ابو یوسفؒ کے اصل مسلک کی طرف پھیرنے کی کوشش ہے، انہوں نے کوئی نئی چیز پیش نہیں کی ہے کہ اس کو ان کا تفرد قرار دے کرمسترد کردیا جائے...... اسی لئے صاحب مجمع الانہر علامہ شیخی زادہ (م ۱۰۷۸ھ) نے جب یہ مسئلہ البحر الرائق سے نقل کیا تو بلا کسی نکیر کے اور المجتبیٰ کا ذکر کئے بغیر پورے اعتماد اور یقین کے ساتھ یہ پوری تشریح نقل کی :

وفی البحر ولا یکون التعزیر بأخذ المال من الجانی فی المذهب لکن فی الخلاصة سمعت عن ثقة أن التعزیر بأخذ المال إن رأی القاضی ذلك أو الوالی جاز ومن جملة ذلك رجل لا یحضر الجماعة یجوز تعزیره بأخذ المال ولم یذکر کیفیة الأخذ وأری أن یؤخذ فیمسك مدة للزجر ثم یعیده لا أن یأخذه لنفسه أو لبیت المال فإن آیس من توبته یصرف إلی ما یری — (۲۵)

یہاں غورطلب بات یہ ہے کہ فتاویٰ بزازیہ کی تصنیف ۸۱۲ھ میں مکمل ہوئی، اس سے قبل کی جو فقہی کتابیں ہمارے پاس موجود ہیں، جن میں تعزیر بالمال کا ذکر ہے، ان میں سے کسی میں بھی امام ابو یوسف کے قول کی وہ تشریح موجود نہیں ہے جو علامہ بزازیؒ نے اپنے پیش روا کابر علامہ رکن الدین خوارزمی اور امام ظہیر الدین تُمرتاشی کے حوالے سے نقل کی ہے، متقدم کتابوں میں حنفیہ کے معروف مسلک عدم جواز کے بالمقابل امام ابو یوسف کا قول جواز نقل کیا گیا ہے، اوران میں کہیں مذکورہ بالا تاویل کا ذکر نہیں ہے، بطور مثال چند کتابوں کی عبارتیں پیش ہیں :

ہمارے پاس قدیم ترین کتابوں میں علامہ ابن ہمام (متوفیٰ ۶۸۱ھ) کی فتح القدیر شرح ہدایہ ہے، جو ساتویں صدی ہجری کے وسط میں لکھی گئی، اس میں یہ مسئلہ مذکورہ تشریح سے ماوراء مذکور ہے، اور خاص بات یہ ہے کہ امام ابو یوسف کے قول جواز کو اصالۃً ذکر کیا گیا ہے، اور عدم جواز کا قول اس کے بالمقابل دوسرے نمبر پر، اس سے خود ابن ہمامؒ کے ذاتی رجحان پر بھی روشنی پڑتی ہے :

وعن أبی یوسف یجوز التعزیر للسلطان بأخذ المال وعندهما وباقی الأئمة الثلاثة لا یجوز وما فی الخلاصة سمعت من ثقة أن التعزیر بأخذ المال إن رأی القاضی ذلك أو الوالی جاز ومن جملة ذلك رجل لا یحضر الجماعة یجوز تعزیره بأخذ المال مبنی علی اختیار من قال بذلك من المشایخ کقول أبی یوسف — (۲۶)

ہدایہ ہی کی دوسری شرح "العنایۃ" جو علامہ بابرتیؒ (متوفیٰ ۷۸۶ھ) کی تصنیف ہے، اور آٹھویں صدی ہجری میں لکھی گئی ہے، اس میں بھی امام ابو یوسف کے قول جواز ہی کا اصالۃً ذکر ہے، عدم جواز کا کوئی قول نقل نہیں کیا گیا ہے، اور امام محمدؒ کے بارے میں بتایا گیا ہے کہ انہوں نے اپنی کسی کتاب میں اس مسئلہ کا ذکر نہیں فرمایا ہے۔

وَلَمْ يَذْكُرْ مُحَمَّدٌ التَّعْزِيرَ بِأَخْذِ الْمَالِ ، وَقَدْ قِيلَ رُوِيَ عَنْ أَبِي يُوسُفَ أَنَّ التَّعْزِيرَ مِنَ السُّلْطَانِ بِأَخْذِ الْمَالِ جَائِزٌ ، وَذَكَرَ الْإِمَامُ التُّمُرْتَاشِيُّ أَنَّ التَّعْزِيرَ الَّذِي يَجِبُ حَقًّا لِلَّهِ تَعَالَى يَلِي إِقَامَتَهُ كُلُّ أَحَدٍ بِعِلَّةِ النِّيَابَةِ عَنِ اللَّهِ تَعَالَى ۔ (۲۷)

علامہ زیلعی (متوفیٰ ۷۴۳ھ) کی شہرۂ آفاق کتاب "تبیین الحقائق" بھی بزازیہ سے بہت پہلے لکھی گئی ہے، اس میں بھی امام ابویوسفؒ کے قول جواز کے ساتھ وہ تاویل جڑی ہوئی نہیں ہے جو بزازیہ کے بعد کی تصانیف میں ملتی ہے۔

(قَوْلُهُ وَعَنْ أَبِي يُوسُفَ أَنَّ التَّعْزِيرَ بِأَخْذِ الْأَمْوَالِ جَائِزٌ لِلْإِمَامِ) وَعِنْدَهُمَا وَالشَّافِعِيِّ وَمَالِكٍ وَأَحْمَدَ لَا يَجُوزُ بِأَخْذِ الْمَالِ. اهـ. كَاكِيٌّ وَفَتْحٌ وَمَا فِي الْخُلَاصَةِ سَمِعْتُ مِنْ ثِقَةٍ أَنَّ التَّعْزِيرَ بِأَخْذِ الْمَالِ إِنْ رَأَى الْقَاضِي ذَلِكَ أَوِ الْوَالِي جَازَ مِنْ جُمْلَةِ ذَلِكَ رَجُلٌ لَا يَحْضُرُ الْجَمَاعَةَ يَجُوزُ تَعْزِيرُهُ بِأَخْذِ الْمَالِ مَبْنِيٌّ عَلَى اخْتِيَارِ مَنْ قَالَ بِذَلِكَ مِنَ الْمَشَايِخِ لِقَوْلِ أَبِي يُوسُفَ. اهـ. فَتْحٌ ۔ (۲۸)

ہندوستان میں امام فریدالدین دہلوی (متوفیٰ ۷۸۶ھ) کی فتاویٰ تاتارخانیہ بھی بزازیہ سے قبل کی تصنیف ہے، انہوں نے بھی بہت سادہ انداز میں صرف امام ابویوسف کے قول جواز کے نقل پر اکتفا کیا ہے اور عدم جواز کا ذکر ہی نہیں کیا ہے، امام محمدؒ کے بارے میں لکھا ہے کہ ان کی کتابوں میں تعزیر بالمال کا تذکرہ نہیں ہے۔

ولم یذکر محمد فی شیء من الکتب التعزیر باخذ المال وقیل روی عن ابی یوسف ان التعزیر والزجر من السلطان باخذ المال جائز وفی الفتاویٰ الخلاصۃ التعزیر باخذ المال ان رأی القاضی والوالی جاز ومن جملۃ ذلک الرجل لایحضر الجماعۃ یجوز تعزیرہ باخذ المال ۔ (۲۹)

صاحب تاتارخانیہ نے امام ابویوسف کا قول گوکہ قیل کے ذریعہ نقل کیا ہے لیکن چونکہ اس باب میں یہی ایک واحد قول ہے اس لئے یہی معمول بہ اور مفتیٰ بہ قرار پاسکتا ہے، چنانچہ فتاویٰ الخلاصۃ کے حوالہ سے انہوں نے اس کو مؤید کیا ہے، یہ خود صاحب تاتارخانیہ کے ذہنی رجحان کی بھی عکاسی کرتا ہے۔

اس تفصیل سے ظاہر ہوتا ہے کہ قدیم مراجع میں امام ابویوسف کا قول جواز نہ ضعیف ہے اور نہ مؤول، یہ تاویل بعد میں داخل ہوئی، اور ہماری اکثر کتب فقہیہ میں مروج ہوگئی، علامہ ابن نجیمؒ کا کارنامہ یہ ہے کہ انہوں نے امام خوارزمیؒ کی تاویل میں علامہ زاہدیؒ کی درتاویل شامل کرکے مسئلہ کو اس کی اصل حالت کی طرف لوٹانے کی کوشش کی، اس لئے المجتبیٰ کی تاویل کے لئے شواہد کا مطالبہ کرنا شاید زیادتی ہوگی۔

علامہ زاہدیؒ کے اعتزال کا مسئلہ :

علاوہ مسلک حنفی کے انتہائی مستند تذکرہ نگار علامہ قاسم بن قطلوبغا (متوفیٰ ۸۷۹ھ) نے علامہ زاہدیؒ پر اعتزال

کاالزام عائد نہیں کیا ہے، اور نہ ان کی تصانیف کو غیر معتبر قرار دیا ہے، بلکہ اپنی مشہور کتاب " تاج التراجم فی طبقات الحنفیۃ " میں بڑے احترام کے ساتھ ان کا ذکر کیا ہے، اس میں ان کی کتاب المجتبیٰ کا بھی ذکر موجود ہے :

مختار بن محمود بن محمد الزاهدی الغرمینی نجم الدین أبو الرجاء شرح مختصر القدوری وله كتاب الغنية وله رسالة سماها الناصرية صنفها لبركة خان توفى سنة ثمان وخمسين وستمائة قلت الغزمينى بالمعجمتين نسبة إلى قصبة من قصبات خوارزم تفقه المذكور على سديد الخياطى وبرهان الأئمة وغيرهما وقرأ الكلام على أبي يوسف السكاكى وقرأ الحروف والروايات على الشيخ رشيد الدين القندى وأخذ الأدب عن شرف الأفاضل وله من التصانيف غير ما ذكر كتاب الأئمة و كتاب المجتبى فى الأصول والجامع فى الحيض والفرائض ـ (۳۰)

عدم جواز کی روایت کی حقیقت :

اس جائزہ سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ عدم جواز کو جو حنفیہ کا اصل مذہب کہا جاتا ہے وہ بھی ائمہ مجتہدین سے صراحتاً ثابت نہیں ہے بلکہ صرف اس بنیاد پر اس کو اصل مذہب قرار دیا گیا ہے کہ امام محمد کی کتابیں (جو مسلک حنفی کی اصل بنیاد ہیں) تعزیر بالمال کے ذکر سے خالی ہیں، اس سے قیاس کیا گیا ہے کہ اگر یہ بھی اسلامی تعزیرات کا حصہ ہوتی تو امام محمدؒ ضرور اس کا تذکرہ فرماتے، گویا یہ استدلال بیانی نہیں سکوتی ہے، اور چونکہ صدیوں سے اس استدلال کو معتبر تسلیم کیا گیا ہے اس لئے ہم بھی اسے تسلیم کرتے ہیں۔

تعزیر بالمال کے منسوخ ہونے کا مسئلہ :

یہاں ایک چیز اور بھی قابل ذکر ہے کہ تعزیر بالمال کے نسخ کی بات بھی بزازیہ کے عہد تک ماقبل کی کتابوں میں نہیں ملتی، بزازیہ نویں صدی ہجری کے اوائل میں لکھی گئی، بزازیہ اور اس سے ماقبل کی کتابوں میں تعزیر بالمال کے بارے میں ائمہ مجتہدین کا اختلاف تو ملتا ہے، لیکن کسی کتاب میں عمومیت کے ساتھ تعزیر کے منسوخ ہونے کا دعویٰ نہیں کیا گیا، نسخ کی بات غالباً سب سے پہلے دسویں صدی ہجری میں شروع ہوئی، جس کا ایک نمونہ علامہ ابن نجیم مصریؒ (متوفیٰ ۹۷۰ھ) کی کتاب "البحر الرائق" ہے، ابن نجیم نے البحر الرائق میں "شرح الآثار" کے حوالے سے نقل کیا ہے کہ "تعزیر بالمال کا قانون ابتداء اسلام میں تھا بعد میں منسوخ ہوگیا :

وفی شَرْحِ الْآثَارِ التَّعْزِيرُ بِالْمَالِ كان فی ابْتِدَاءِ الْإِسْلَامِ ثُمَّ نُسِخَ اهـ ـ (۳۱)

البحر الرائق کے بعد کئی کتابوں میں یہ بات نقل کی گئی، اور پھر مشہور ہوتی چلی گئی۔

شرح الآثار سے مراد غالباً امام طحاوی ؒ (متوفیٰ ۳۲۱ھ) کی شرح معانی الآثار ہے، حالانکہ امام طحاوی ؒ نے اپنی مشہور کتاب ”شرح مشکل الآثار“ میں صراحت کے ساتھ تعزیر بالمال کے نسخ کا انکار کیا ہے، مدینہ منورہ میں حرمت شکار کی بحث کے ذیل میں امام طحاوی ؒ نے یہ گفتگو کی ہے، اور حضرت عمر بن الخطاب ؓ اور حضرت سعد بن ابی وقاص ؓ وغیرہ کے عہد کی مثالوں سے ثابت کیا ہے کہ یہ حکم عہد نبوت کے بعد بھی باقی رہا:

وَكَمَا قَالَ بَعْدَ- (٤٠٣) تَحْرِيمِ صَيْدِ الْمَدِينَةِ: "مَنْ وَجَدْتُمُوهُ يَصِيدُ فِي شَيْءٍ مِنْهَا فَخُذُوا سَلَبَهُ". وَقَدْ ذَهَبَ غَيْرُ وَاحِدٍ مِنْ أَصْحَابِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُمْ: عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ، وَسَعْدُ بْنُ أَبِي وَقَّاصٍ إِلَى أَنَّ ذَلِكَ الْحُكْمَ كَانَ بَاقِيًا بَعْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. فَمِنْ ذَلِكَ مَا قَدْ رُوِيَ عَنْ عُمَرَ فِيهِ كَمَا حَدَّثَنَا عُبَيْدُ بْنُ رِجَالٍ قَالَ: حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ قَالَ: حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ أَبِي أُوَيْسٍ، عَنْ أَخِيهِ، عَنْ سُلَيْمَانَ وَهُوَ ابْنُ بِلَالٍ، عَنِ ابْنِ أَبِي ذِئْبٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ سَالِمٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَنَّهُ كَانَ يَغْدُو فَيَنْظُرُ إِلَى الْأَسْوَاقِ، فَإِذَا رَأَى اللَّبَنَ أَمَرَ بِالْأَسْقِيَةِ فَفُتِحَتْ، فَإِنْ وَجَدَ مِنْهَا شَيْئًا -(٤٠٥) مَغْشُوشًا قَدْ جُعِلَ فِيهِ مَاءٌ غُشَّ بِهِ أَهْرَاقَهَا". قَالَ: وَنَحْنُ نَعْلَمُ أَنَّ اللَّبَنَ وَإِنْ غُشَّ فَفِيهِ بَعْدَ ذَلِكَ مَنْفَعَةٌ قَدْ يَنْتَفِعُ بِهِ أَهْلُهُ، وَهُوَ كَذَلِكَ، وَإِنَّ عُمَرَ لَمْ يُهْرِقْهُ إِلَّا خَوْفًا مِنْ أَهْلِهِ أَنْ يَغُشُّوا بِهِ النَّاسَ فَأَهْرَاقَهُ لِذَلِكَ، وَقَدْ يَحْتَمِلُ أَيْضًا أَنْ يَكُونَ مَنْعُ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ سَأَلَهُ أَنْ يَجْعَلَ الْخَمْرَ خَلًّا لِمِثْلِ ذَلِكَ: خَوْفَ أَنْ يَخْلُوَ بِهَا فَيَأْتِيَ مِنْهَا مَا حَرَّمَ اللهُ عَلَيْهِ مِنْهَا، فَأَمَرَهُ بِإِهْرَاقِهَا لِذَلِكَ. وَقَدْ شَدَّ هَذَا التَّأْوِيلُ مَا كَانَ مِنْهُ فِي الزِّقَاقِ الَّتِي خَرَقَهَا، وَقَدْ رَأَى زِقَاقًا غَيْرَهَا، وَفِيهَا خَمْرٌ، فَلَمْ يَخْرِقْهَا إِذْ كَانَ أَهْلُهَا لَمْ يَفْعَلُوا فِيهَا مِثْلَ الَّذِي فَعَلَهُ أَهْلُ تِلْكَ فِيهَا۔ (۳۲)

یہ کہنا تو شاید چھوٹا منہ بڑی بات ہو کہ غالباً یہ غلط فہمی امام طحاوی ؒ کی ”شرح معانی الآثار“ کی ایک عبارت سے پیدا ہوئی:

فكانت العقوبات جارية فيما ذكر في هذه الآثار على ما ذكر فيها حتى نسخ ذلك بتحريم الربا فعاد الأمر إلى أن لا يؤخذ ممن أخذ شيئا إلا مثل ما أخذ وإن العقوبات لا تجب في الأموال بانتهاك الحرمات التي هي غير أموال۔ (۳۳)

حالانکہ شرح معانی الآثار کی مذکورہ عبارت کا پس منظر اور پوری بحث پیش نظر رہے تو سمجھا جا سکتا ہے کہ امام طحاوی ؒ نے صرف مخصوص مسائل میں مخصوص نسخ کی بات کہی ہے، مطلق تعزیر مالی یا عقوبت مالیہ کے نسخ کا دعویٰ نہیں کیا ہے، اس کی مختصر تفصیل یہ ہے کہ:

امام طحاویؒ نے بیوی کی باندی سے زنا کی بحث میں پہلے حضرت سلمہ بن المحبق ؓ کی روایت نقل کی ہے جس میں نبی کریم ﷺ نے بصورت جبر باندی کو آزاد کرنے اور بصورت رضا زانی کی ملکیت میں دینے کا حکم فرمایا، اور زانی پر اس کی قیمت واجب قرار دی، اس کے بعد امام طحاویؒ نے حضرت نعمان بن بشیرؓ کی روایت نقل کی ہے کہ اب ایسی صورت میں محصن پر رجم اور غیر محصن پر کوڑے کی سزا آئے گی، حضرت نعمانؓ کی روایت سے حضرت سلمہ بن المحبق ؓ کی روایت منسوخ ہوگئی :

فهذا الذی ذکر النعمان -عندنا- ناسخ لما رواه سلمة بن المحبق۔

اس کے بعد نسخ کی تفصیل اور تاریخ بیان کی ہے کہ :

وذلك ان الحكم كان فی اول الاسلام يوجب عقوبات بافعال فی اموال ويوجب عقوبات فی ابدان باستهلاك اموال۔

کہ ابتداء اسلام میں قانون یہ تھا کہ خلاف شریعت عمل کے ارتکاب پر مالی عقوبت واجب ہوتی تھی اور کسی کا مال ہلاک کرنے پر بدنی عقوبت، مثلاً زکوٰۃ نہ دینے والے سے مقررہ زکوٰۃ کے علاوہ بطور جرمانہ اس کا آدھا مال بھی لیا جاتا تھا، گم شدہ اونٹ چھپانے والے سے اونٹ کی قیمت کے بقدر ضمان بھی لیا جاتا تھا، امام طحاویؒ نے حریسۃ الجبل اور ثمر معلق کی روایات بھی نقل کی ہیں جن میں بقدر قیمت ضمان کے علاوہ مزید ایک مثل مال بطور غرامت لئے جانے کا حکم دیا گیا ہے، یعنی مالی جرائم میں ضمان مثل کے علاوہ مزید مال بھی لے کر مظلوم کو دلوایا جاتا تھا، گویا دوہری عقوبت، لیکن بعد میں تحریم ربا، قانون زنا، اور قانون سرقہ وغیرہ احکام آجانے کے بعد عقوبت مثلین کا یہ قانون منسوخ ہوگیا، اور مقررہ طور پر ضمان مثل کا قانون نافذ ہوا :

عن جده عبد الله بن عمرو بن العاص أن رجلا من مزينة أتى رسول الله صلى الله عليه و سلم فقال : يا رسول الله كيف ترى فی حريسة الجبل فقال ليس فی شیء من الماشية قطع إلا ما أواه المراح فبلغ ثمنه ثمن المجن ففيه قطع اليد وما لم يبلغ ثمن المجن ففيه غرامة مثليه وجلدات نكال قال يا رسول الله كيف ترى فی الثمر المعلق قال هو ومثله معه والنكال وليس فی شیء من الثمر المعلق قطع إلا ما أواه الجرين فما أخذ من الجرين فبلغ ثمنه ثمن المجن ففيه القطع وما لم يبلغ ثمن المجن ففيه غرامة مثليه وجلدات نكال فكانت العقوبات جارية فيما ذكر فی هذه الآثار على ما ذكر فيها حتى نسخ ذلك بتحريم الربا فعاد الأمر إلى أن لا يؤخذ ممن أخذ شيئا إلا مثل ما أخذ وإن العقوبات لا تجب فی الأموال بانتهاك الحرمات التی هی غير أموال فحديث سلمة عندنا كان فی الوقت الأول فكان الحكم على من زنا بجارية امرأته مستكرها لها عليه أن تعتق عقوبة له فی فعله ويغرم مثلها

لامراته وإن كانت طاوعته ألزمها جارية زانية وألزمه مكانها جارية طاهرة ولم تعتق هي بطواعيتها إياه وفرق في ذلك بينما إذا كانت مطاوعة له وبينما إذا كانت مستكرهة ثم نسخ ذلك فردت الأمور إلى أن لا يعاقب أحد بانتهاك حرمة لم يأخذ فيها مالا بأن يغرم مالا ووجبت عليه العقوبة التي أوجب الله على سائر الزناة فثبت بما ذكرنا ما روى النعمان ونسخ ما روى سلمة بن المحبق وأما ما ذكروا من فعل عبد الله بن مسعود رضي الله عنه ومذهبه في ذلك إلى مثل ما روى سلمة فقد خالفه فيه غيره من أصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم ۔(۳۴)

لیکن اس کا مطلب یہ لینا درست نہیں کہ اب کسی جرم میں تعزیر مالی کی گنجائش نہیں رہی، علامہ عینیؒ نے شرح معانی الآثار کی شرح نخب الافکار میں اس حدیث کی شرح کے تحت ایک اعتراض کے جواب میں عہد صحابہ کے بعض واقعات سے استدلال کرتے ہوئے لکھا ہے کہ بطور زجر وسیاست تعزیر مالی کا دروازہ اب بھی کھلا ہوا ہے اور یہ امام طحاویؒ کی گفتگو کے دائرہ سے خارج ہے :

قلت هذا محمول منهم على السياسة زيادة في الزجر والعقوبة ۔

نخب الافکار میں تقریباً بیس (۲۰) صفحات میں یہ بحث پھیلی ہوئی ہے ۔(۳۵)

اس طرح حنفیہ میں امام طحاویؒ سے امام بدرالدین عینیؒ تک کوئی بھی اس حدیث کے نسخ کا قائل نہیں ہے، یہ تمام تر اکابر علامہ ابن نجیمؒ سے قبل کے ہیں، علامہ علی بن خلیل علاء الدین طرابلسیؒ (متوفی ۸۴۴ھ) صاحب معین الحکام بھی قدیم ترین حنفی فقہاء میں ہیں، انہوں نے طاقتور لہجہ میں تحریر کیا ہے کہ تعزیر بالمال کے نسخ کا دعویٰ نقل اور استدلال دونوں لحاظ سے غلط ہے ۔(۳۶)

فقہاء حنفیہ میں تعزیر مالی کے جواز کے قائلین :

سابقہ تفصیلات سے یہ امر منقح ہو چکا ہے کہ امام ابو یوسفؒ کے قول جواز کو مرجوح اور کمزور بنانے کا سلسلہ دسویں صدی ہجری سے شروع ہوا، ماقبل کی صدیوں میں اسے عام طور پر ایک معتبر اور لائق اختیار قول کی حیثیت حاصل تھی، فقہاء اپنی کتابوں میں بلانکیر وتضعیف اس قول کو نقل کرتے تھے، اور متعدد بڑے فقہاء نے اس قول کی جانب اپنا رجحان ظاہر کیا تھا،......مثلاً :

☆ علامہ علاء الدین علی بن خلیل طرابلسیؒ (متوفیٰ ۸۴۴ھ) کا رجحان اوپر نقل کیا گیا۔
☆ امام طحاوی کی رائے جواز کی ہے، وہ تعزیر مالی کو منسوخ قرار نہیں دیتے ہیں (عبارت آچکی ہے) ۔(۳۷)
☆ علامہ ابن ہمام صاحب فتح القدیر بھی جواز کا رجحان رکھتے ہیں، عبارت پہلے گذر چکی ہے ۔(۳۸)

☆ علامہ بابرتیؒ کی رائے بھی یہی ہے۔(۳۹)

☆ علامہ زیلعی بھی جواز کا رجحان رکھتے ہیں،عبارت پہلے گذر چکی ہے۔(۴۰)

☆ علامہ ابن البزاز الکردریؒ صاحب فتاویٰ بزازیہ بھی جواز کی رائے رکھتے ہیں۔(۴۱)

☆ خاتمۃ المجتہدین علامہ رکن الدین ابویحیٰ الخوارزمی اور امام ظہیر الدین التمرتاشیؒ کی بھی یہی رائے ہے۔(۴۲)

☆ صاحب خلاصۃ الفتاویٰ کا رجحان مالی تعزیر کے جواز کی طرف ہے،اکثر کتابوں میں ان کا حوالہ دیا گیا ہے۔(۴۳)

☆ مفتی عبد القادر آفندی نے فتاویٰ بزازیہ کی عبارت کی بنیاد پر جواز کا فتویٰ دیا۔(۴۴)

☆ صاحب فتاویٰ تاتارخانیہ کے انداز بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ بھی جواز کا رجحان رکھتے ہیں(۴۵)عبارت پہلے نقل کی جا چکی ہے۔

☆ علامہ ابن نجیمؒ کا رجحان بھی البحر الرائق میں اسی کے قریب نظر آتا ہے،عبارت گذر چکی ہے۔(۴۶)

☆ علامہ نجم الدین الزاہدی الغزمینیؒ صاحب المجتبیٰ (متوفیٰ ۶۵۸ھ) بھی جواز کے قائل ہیں۔(۴۷)

☆ حنفی فقیہ قاضی نجم الدین طرطوسی (متوفیٰ ۷۵۸ھ) بھی تعزیر بالمال کے جواز کے قائل ہیں۔

فالذی یبرطل علی القضاء یستحق عندی التعزیر بالمال والضرب — (۴۸)

☆ علامہ مخدوم جعفر سندھیؒ بھی جواز کے قائل ہیں،گوکہ اس کی عام اشاعت کو وہ سلاطین زمانہ کے خوف سے مناسب نہیں سمجھتے۔

ان روایۃ جواز التعزیر باخذ المال ینبغی ان لا یطلع علیہ سلاطین زماننا لانھم بعد الاطلاع قد یتجاوزون حد الاخذ بالحق الی التعدی بالباطل — (۴۹)

☆ ماضی قریب کے علماء میں ابو الحسنات حضرت مولانا عبد الحی فرنگی محلیؒ بھی تعزیر بالمال کے جواز کے قائل ہیں۔(۵۰)

صرح فی الخلاصۃ والظھیریۃ بجواز التعزیر باخذ المال واحراق البیت ونحو ذلک — (۵۱)

☆ ہندوستان کے فقیہ النفس عالم دین اور محدث حضرت مولانا ابو المحاسن سید محمد سجاد صاحبؒ بانی امارت شرعیہ نے بھی جواز کا فتویٰ دیا ہے۔(۵۲)

☆ حضرت مولانا عبد الحق حقانیؒ (صاحب فتاویٰ حقانیہ) بھی امام ابو یوسفؒ کے قول جواز کو ترجیح دیتے تھے اور کہتے تھے کہ یہ مسئلہ قضا کا ہے اور باب قضا میں امام ابو یوسف کے قول کو ترجیح حاصل ہوتی ہے۔(۵۳)

☆ علامہ شمس الحق افغانی سابق استاذ دار العلوم دیوبند و سابق شیخ الحدیث جامعہ اسلامیہ ڈابھیل بھی جواز کے قائل ہیں۔

یجوز التعزیر باخذ المال وھو مذھب ابی یوسف وبہ قال مالک ومن قال ان العقوبۃ المالیۃ

منسوخة فقط غلط وفعل الخلفاء الراشدين واكابر الصحابة لها بعد موته ﷺ مبطل لدعوىٰ نسخها والمدعون للنسخ ليس معهم سنة ولا اجماع ۔ (۵۴)

☆ استاذی المکرم حضرت مولانا مفتی نظام الدین اعظمی سابق صدر مفتی دارالعلوم دیوبند بھی جواز کے قائل تھے ۔ (۵۵)

☆ عصر جدید کے فقیہ اکبر قاضی القضاۃ حضرت مولانا قاضی مجاہد الاسلام قاسمیؒ بانی مجمع الفقہ الاسلامی ہند بھی جواز کی رائے رکھتے ہیں ۔ (۵۶)

☆ حضرت مولانا مفتی تقی عثمانی صاحب دامت برکاتہم بھی جواز کے وکیل ہیں، اور آپ نے اس کی اہم بنیادوں کی نشاندہی کی ہے ۔ (۵۷) وغیرہ ۔

یہ تقریباً پندرہ (۱۵) فقہاء متقدمین اور سات (۷) علماء متاخرین یعنی کم از کم تیئیس (۲۳) شخصیات کے اسماء گرامی ہیں، اور ان میں زیادہ تر وہ لوگ ہیں جو دسویں صدی ہجری سے پہلے کے ہیں، جن کا عرصہ عہد ائمہ مجتہدین کے بعد تقریباً سات آٹھ صدیوں تک محیط ہے، اور جو بہر حال زمانہ ما بعد کے لحاظ سے خیر القرون کے ایام تھے، دسویں صدی ہجری سے رجحانات کی تبدیلی کا سلسلہ شروع ہوا، اس کے پیچھے ممکن ہے سلاطین زمانہ کے مظالم کا خوف ہو یا اور کوئی سبب، اس کے بعد جو فقہی کتابیں اور مجموعے تیار ہوئے ان میں بالعموم عدم جواز کے قول کو اصل مسلک حنفی کی حیثیت سے نمایاں کیا گیا، اور امام ابو یوسفؒ کے قول جواز کو مختلف دلائل وتاویلات کے ذریعہ کمزور ثابت کیا گیا، مگر عہد اخیر کی ان چار پانچ صدیوں میں اگر بڑے فقہاء اور مصنفین کی فہرست بنائی جائے تو شاید وہ مذکورہ تعداد تک نہ پہونچ سکے، ...... اور یوں بھی سلف ہر حال میں خلف پر فضیلت رکھتے ہیں ۔

مالکیہ - اصل مذہب :

تعزیرات مالیہ کے سلسلے میں مالکیہ کا اصل مذہب بھی یہی ہے کہ ناجائز ہے، علامہ صاویؒ اور دسوقی وغیرہ نے یہی نقل کیا ہے :

و أما التعزير بأخذ المال فلا يجوز إجماعاً و ما روى عن الإمام أبي يوسف صاحب أبي حنيفة من جواز التعزير للسلطان بأخذ المال فمعناه كما قال البراذعي من أئمة الحنفية أن يمسك المال عنده مدة لينزجر ثم يعيده إليه لا أنه يأخذ لنفسه أو لبيت المال كما يتوهمه الظلمة ، إذ لا يجوز أخذ مال بغير سبب شرعي و في نظم العمليات : (ولم تجز عقوبة بالمال ** أو فيه عن قول من الأقوال) ۔ (۵۸)

وَلَا يَجُوزُ التَّعْزِيرُ بِأَخْذِ الْمَالِ إِجْمَاعًا وَمَارُوِيَ عَنِ الْإِمَامِ أَبِي يُوسُفَ صَاحِبِ أَبِي حَنِيفَةَ مِن أَنَّهُ جَوَّزَ لِلسُّلْطَانِ التَّعْزِيرَ بِأَخْذِ الْمَالِ فَمَعْنَاهُ كَمَا قَالَ الْبَزَّازِيُّ مِن أَئِمَّةِ الْحَنَفِيَّةِ أَنْ يُمْسِكَ الْمَالَ

عِنْدَهُ مُدَّةً لینزجر (لینزجر) ثُمَّ یُعِیدَهُ إِلَیْهِ لَا أَنَّهُ یَأْخُذُهُ لِنَفْسِهِ أَوْ لِبَیْتِ الْمَالِ کما یَتَوَهَّمُهُ الظَّلَمَةُ إِذْ لَا یَجُوزُ أَخْذُ مَالِ مُسْلِمٍ بِغَیْرِ سَبَبٍ شَرْعِیٍّ أَیْ کَشِرَاءٍ أَوْ هِبَةٍ۔(۵۹)

قال الدسوقی المالکی فی حاشیته: "(قوله: وتصدق بما غش) أی جوازا لا وجوبا خلافا لعبق لما یذکره المصنف آخرا من قوله، ولو کثر فإن هذا قول مالك والتصدق عنده جائز لا واجب وما ذکره المصنف من التصدق هو المشهور وقیل: یراق اللبن ونحوه من المائعات وتحرق الملاحف والثیاب الردیئة النسج قاله ابن العطار وأفتی به ابن عتاب وقیل: إنها تقطع خرقا خرقا وتعطی للمساکین وقیل: لا یحل الأدب بمال امرء مسلم فلا یتصدق به علیه ولا یراق اللبن ونحوه ولا تحرق الثیاب ولا تقطع الثیاب ویتصدق بها، وإنما یؤدب الغاش بالضرب حکی هذه الأقوال ابن سهل، قال ابن ناجی: واعلم أن هذا الخلاف إنما هو فی نفس المغشوش هل یجوز الأدب فیه أم لا، وأما لو زنی رجل مثلا فلا قائل فیما علمت أنه یؤدب بالمال، وإنما یؤدب بالحد وما یفعله الولاة من أخذ المال فلا شك فی عدم جوازه، وقال الونشریسی أما العقوبة بالمال فقد نص العلماء علی أنها لا تجوز وفتوی البرزلی بتحلیل المغرم لم یزل الشیوخ یعدونها من الخطأ اھ۔(۶۰)

بعض مالکیہ کے یہاں جواز کی رائے :

لیکن مشہور مالکی فقیہ علامہ ابن فرحون نے مالکیہ کا مسلک جواز کا نقل کیا ہے اور تعزیر مالی کی کئی مثالیں بھی پیش کی ہیں جو خود حضرت امام مالکؒ سے منقول ہیں، مثلاً امام مالکؒ نے فتویٰ دیا کہ ملاوٹ والے دودھ یا مشک کو صدقہ کردیا جائے گا، تاکہ ملاوٹ کرنے والے کو سبق ملے، یا کوئی بدکردار شخص اپنے پڑوسیوں کو تنگ کرے تو اس کا مکان فروخت کردیا جائے گا، اور دوسری جگہ منتقل ہونے کا حکم دیا جائے گا، یہ مالی اور جسمانی دونوں لحاظ سے سزا ہے، وغیرہ۔

وَالتَّعْزِیرُ بِالْمَالِ: قَالَ بِهِ الْمَالِکِیَّةُ فِیهِ، وَلَهُمْ تَفْصِیلٌ ذَکَرْتُ مِنْهُ فِی کِتَابِ الْحِسْبَةِ طَرَفًا، فَمِنْ ذَلِكَ سُئِلَ مَالِكٌ عَنِ اللَّبَنِ الْمَغْشُوشِ أَیُهْرَاقُ؟ قَالَ: لَا، وَلَکِنْ أَرَی أَنْ یُتَصَدَّقَ بِهِ إِذَا کَانَ هُوَ الَّذِی غَشَّهُ. وَقَالَ فِی الزَّعْفَرَانِ وَالْمِسْكِ الْمَغْشُوشِ مِثْلَ ذَلِكَ قَلِیلًا أَوْ کَثِیرًا، وَخَالَفَهُ ابْنُ الْقَاسِمِ فِی الْکَثِیرِ. وَقَالَ یُبَاعُ الْمِسْكُ وَالزَّعْفَرَانُ عَلَی مَنْ لَا یَغُشُّ بِهِ وَیُتَصَدَّقُ بِالثَّمَنِ أَدَبًا لِلْغَاشِّ۔

مَسْأَلَةٌ: وَالْفَاسِقُ إِذَا آذَی جَارَهُ وَلَمْ یَنْتَهِ، تُبَاعُ عَلَیْهِ دَارُهُ وَهُوَ عُقُوبَةٌ فِی الْمَالِ وَالْبَدَنِ. مَسْأَلَةٌ: وَمَنْ مَثَّلَ بِأَمَتِهِ عَتَقَتْ عَلَیْهِ وَذَلِكَ عُقُوبَةٌ بِالْمَالِ۔(۶۱)

بعض علماء نے اسی کو مالکیہ کا قول مشہور قرار دیا ہے، جیسا کہ فتاویٰ ابن تیمیہ اور الموسوعة الفقهية الكويتية سے ظاہر ہوتا ہے، ابن تیمیہ لکھتے ہیں :

ومذهب مالك وأحمد وغيرهما : أن العقوبات المالية كالبدنية، تنقسم إلى ما يوافق الشرع وإلى ما يخالفه، وليست العقوبة المالية منسوخة عندهما ۔ (۶۲)

موسوعہ کی عبارت ہے :

أما في مذهب مالك في المشهور عنه، فقد قال ابن فرحون : التعزير بأخذ المال قال به المالكية ۔ (۶۳)

شافعیہ-اختلاف اقوال :

تعزیر بالمال کے سلسلہ میں امام شافعیؒ سے دو قول منقول ہیں، ایک قول عدم جواز کا ہے اور یہ امام شافعیؒ کا قول جدید ہے، دوسرا قول جواز کا ہے اور یہ ان کا قول قدیم ہے، الموسوعۃ الفقہیۃ میں علامہ شبراملسی کے حوالے سے نقل کیا گیا ہے :

وقال الشبراملسي : ولا يجوز على الجديد بأخذ المال. يعني لا يجوز التعزير بأخذ المال في مذهب الشافعي الجديد، وفي المذهب القديم : يجوز ۔ (۶۴)

وَلَا يَجُوزُ عَلَى الْجَدِيدِ بِأَخْذِ الْمَالِ ۔ (۶۵)

کتاب الام میں ہے :

قال الإمام الشافعي رحمه الله: "لا يعاقب رجل في ماله وإنما يعاقب في بدنه وإنما جعل الله الحدود على الأبدان و كذلك العقوبات فأما على الأموال فلا عقوبة عليها" ۔ (۶۶)

علامہ نوویؒ تحریر فرماتے ہیں :

هذا مذهبه الجديد و هو المفتى به. وهذا في غير اخذ سلب من اصطاد في حرم المدينة لأن المفتى به فيه مذهبه القديم. قال النووي رحمه الله: "ولا بأس بتسويد وجهه والمناداة عليه ويحرم حلق لحيته وأخذ ماله" ۔ (۶۷)

حنابلہ-اختلاف آراء :

حنابلہ کے نزدیک تعزیز بالمال قطعی جائز نہیں، اس لئے کہ شریعت میں اس کا دور دور تک ثبوت نہیں ہے، نیز اصل واجب تادیب اور تنبیہ ہے اور اتلاف سے یہ مقصد پورا نہیں ہوتا، مذہب حنبلی کی تمام کتابوں میں یہ مسئلہ صراحت کے ساتھ موجود ہے :

والتعزير يكون بالضرب والحبس والتوبيخ؛ ولا يجوز قطع شيء منه ولا جرحه ولا أخذ ماله لأن الشرع لم يرد بشيء من ذلك عن أحد يقتدى به ولأن الواجب أدب والتأديب لا يكون بالاتلاف ــ (٦٨)

علامہ ابن تیمیہؒ اور ابن القیمؒ کی رائے :

لیکن مسلک حنبلی کے دو ممتاز فقیہ علامہ ابن تیمیہؒ اور علامہ ابن القیمؒ نے اس رائے سے اختلاف کیا ہے، بلکہ ان لوگوں کی تغلیط کی ہے جو علی الاطلاق عدم جواز کی نسبت امام احمد بن حنبلؒ یا امام مالک کی طرف کرتے ہیں، علامہ ابن تیمیہ کے نزدیک علی الاطلاق مالی سزاؤں کو ناجائز کہنا درست نہیں، اس لئے کہ رسول اللہ ﷺ کے بعد خلفاء راشدین اور صحابہ کرام کا عمل تعزیر بالمال پر رہا ہے، یہ اس بات کی دلیل ہے کہ اس کا جواز منسوخ نہیں ہوا ہے۔

ومن قال: إن العقوبات المالية منسوخة، وأطلق ذلك عن أصحاب مالك وأحمد، فقد غلط على مذهبهما، ومن قال مطلقاً من أي مذهب كان، فقد قال قولاً بلا دليل، ولم يجئ عن النبي صلى الله عليه وسلم شئ قط يقتضي أنه حرام جميع العقوبات المالية؛ بل أخذ الخلفاء الراشدين وأكابر أصحابه بذلك بعد موته دليل على أن ذلك محكم غير منسوخ ــ (٦٩)

وادعى قوم أن العقوبات المالية منسوخة ولا حجة معهم في ذلك أصلا كما أن البدن إذا قام بالفجور أقيم عليه الحد وان كان قد يتلف بإقامة الحد كذلك الذي قام به صنعة الفجور مثل الصنم يجوز إتلافه وتحريقه كما حرق رسول الله صلى الله عليه وسلم الأصنام و كذلك من صنع صنعة محرمة في طعام أو لباس أو نحو ذلك ــ (٧٠)

نسخ کا دعویٰ صحیح نہیں :

علامہ ابن قیمؒ نے تو یہاں تک دعویٰ کر دیا ہے کہ تعزیز مالی کے نسخ پر کتاب وسنت اور اجماع امت سے کوئی دلیل موجود نہیں ہے، محض ایک خیال کو دلیل سمجھ لیا گیا ہے :

وهذه قضايا صحيحة معروفة وليس يسهل دعوى نسخها ومن قال إن العقوبات المالية منسوخة وأطلق ذلك فقد غلط على مذاهب الأئمة نقلا واستدلالا فأكثر هذه المسائل سائغ في مذهب أحمد وغيره و كثير منها سائغ عند مالك وفعل الخلفاء الراشدين وأكابر الصحابة لها بعد موته صلى الله عليه وسلم مبطل أيضا لدعوى نسخها والمدعون للنسخ ليس معهم كتاب ولا سنة ولا إجماع يصحح دعواهم إلا أن يقول أحدهم مذهب

أصحابنا عدم جوازها فمذهب أصحابه عيار على القبول والرد وإذا ارتفع عن هذه الطبقة ادعى أنها منسوخة بالإجماع وهذا غلط أيضا فإن الأمة لم تجمع على نسخها ومحال أن ينسخ الإجماع السنة ولكن لو ثبت الإجماع لكان دليلا على نص ناسخ۔ (٧١)

تنقیح وتجزیہ :

اس تجزیہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ تعزیر بالمال کے مسئلہ پر کسی مذہب فقہی میں اتفاق رائے موجود نہیں ہے، اور ہر مسلک میں کچھ مضبوط علماء عدم جواز کے بالمقابل جواز کے حامی اور وکیل رہے ہیں، جب کوئی مسئلہ اس قدر مختلف فیہ بن جائے تو اس کی شدت خود بخود کم ہو جاتی ہے، اور دونوں جانب گنجائش کی راہ نکل آتی ہے، ایسی صورت میں مسئلہ حلال وحرام کے بجائے اصول کے مطابق زیادہ سے زیادہ مکروہ وغیر مکروہ کارہ جاتا ہے، اور اگر دلیلوں کی بنیاد پر کسی جانب بھی انسان کا میلان ہو وہ قابل طعن نہیں ہوسکتا، اور نہ اس کو خروج عن المذہب قرار دیا جاسکتا ہے۔

عدم جواز کے وجوہات :

دراصل عدم جواز کے قائلین کے ذہن میں یہ ہے کہ مالی جرمانہ مسئلہ کا حل نہیں ہے، اس لئے کہ ممکن ہے کہ مجرم کے پاس مال ہی نہ ہو تو وہ مالی جرمانہ کہاں سے ادا کرے گا۔۔اور اگر مجرم بہت زیادہ مالدار ہوا تو جرمانہ ادا کرنا اس کے لئے کچھ مشکل نہ ہوگا لیکن اس سے اس کے آئندہ جرم پر قابو پانا ضروری نہیں، اس لئے کہ جرمانہ دینے کے بعد مجرم میں احساس ندامت کے بجائے اکثر اپنے بچ جانے کا احساس فتح پیدا ہوتا ہے، اور جرم کا سلسلہ جاری رہ سکتا ہے، مالی جرمانہ زیادہ سے زیادہ متوسط درجہ (مڈل کلاس) کے لوگوں کے لئے مفید ہوسکتا ہے، جو جرمانہ کی ادائیگی کے بعد مالی دباؤ محسوس کریں اور آئندہ جرم کے ارتکاب کی جرأت نہ کریں۔

دوسری خرابی یہ ہے کہ مالی جرمانہ عائد کرنے کی صورت میں کبھی بدکردار اور ظالم افسروں کے لئے ظلم اور ناجائز لوٹ کھسوٹ کا دروازہ کھل سکتا ہے، نیز معاشرہ میں رشوت کے جراثیم بھی جنم لے سکتے ہیں۔

قانون تعزیر کا مقصد یہ ہے کہ سزا ایسی ہو جو سب کے لئے قابل عمل ہو، اور آئندہ انسداد جرم کے حق میں بھی مفید ہو۔

عدم جواز کے قائلین کی طرف سے یہ دلیل بھی پیش کی گئی ہے کہ کتاب وسنت میں مالی جرمانہ کے جواز پر کوئی دلیل موجود نہیں ہے، اس لئے مالی جرمانہ وصول کرنا کسی کے مال کو بلا سبب شرعی ہڑپ کرنے کے مترادف ہوگا۔ قرآن وحدیث کی کئی نصوص میں یہ مضمون وارد ہوا ہے، فرمان باری تعالیٰ ہے :

وَلَا تَاْكُلُوْٓا اَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ وَتُدْلُوْا بِهَآ اِلَى الْحُكَّامِ لِتَاْكُلُوْا فَرِيْقًا مِّنْ اَمْوَالِ النَّاسِ بِالْاِثْمِ وَاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ۝۱۸۸ — (٧٢)

يَاۤيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَاْكُلُوْۤا اَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ اِلَّاۤ اَنْ تَكُوْنَ تِجَارَةً عَنْ تَرَاضٍ مِّنْكُمْ ۟ وَلَا تَقْتُلُوْۤا اَنْفُسَكُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِكُمْ رَحِيْمًا ۝۲۹ ۔ (۴۳)

ارشادات نبویہ ہیں :

وقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم: لایحل مال امرئ مسلم إلا بطیب نفس منہ ۔ (۴۴)

عن عمرو بن یثربی, قال: شهدت رسول الله صلی الله علیه وسلم فی حجة الوداع بمنی فسمعته یقول: لا یحل لامرء من مال أخیه شیء إلا ما طابت به نفسه فقلت حینئذ: یا رسول الله صلی الله علیه وسلم أرأیت إن لقیت غنم ابن عم لی فأخذت منها شاة فاجتزرتها أعلی فی ذلك شیء؟ , قال: إن لقیتها نعجة تحمل شفرة وأزنادا فلا تمسها قال الزیلعی فی نصب الرایه: اسناده جید ۔ (۴۵)

ترجمہ : حضرت عمرو بن یثربی ضمری سے مروی ہے کہ میں نبی ﷺ کے اس خطبے میں شریک تھا جو نبی ﷺ نے میدان منیٰ میں دیا تھا آپ نے منجملہ دیگر باتوں کے اس خطبے میں یہ ارشاد فرمایا تھا کہ کسی شخص کے لئے اپنے بھائی کا مال اس وقت تک حلال نہیں ہے جب تک وہ اپنے دل کی خوشی سے اس کی اجازت نہ دے میں نے یہ سن کر بارگاہ رسالت میں عرض کیا یارسول اللہ یہ بتائیے کہ اگر مجھے اپنے چچازاد بھائی کا ریوڑ ملے اور میں اس میں سے ایک بکری لے کر چلا جاؤں تو کیا اس میں مجھے گناہ ہوگا۔ نبی ﷺ نے فرمایا اگر تمہیں ایسی بھیڑ ملے جو چھری اور چقماق کا تحمل کر سکتی ہو تو اسے ہاتھ بھی نہ لگانا۔

مگر ان روایات سے استدلال کمزور ہے اس لئے کہ ان میں اس مسلمان کا مال لینے سے منع کیا گیا ہے جو کسی گناہ اور جرم کا مرتکب نہ ہوا ہو، لیکن اگر کوئی مسلمان کسی جرم کا مرتکب ہوا ہے تو اس پر جس طرح جسمانی سزا عائد کی جاسکتی ہے اسی طرح مالی سزا بھی عائد کی جاسکتی ہے، اس لیے کہ مسلمان کا مال تو طیب نفس سے حلال ہو جاتا ہے لیکن اس کی جان طیب نفس سے بھی حلال نہیں ہوتی لہٰذا جب کسی مسلمان نے جرم کیا اور پھر سزا کے طور پر اس کی جان کو کوئی نقصان پہنچایا جائے تو یہ سب کے نزدیک جائز ہے۔ تو پھر مال جو طیب نفس سے حلال ہو جاتا ہے وہ جرم کے ارتکاب میں بطریق اولی جائز ہو جانا چاہیے۔ (۴۶)

ایک بات یہ بھی کہی جاتی ہے کہ مالی جرمانہ کا جواز منسوخ ہو چکا ہے اور اس پر اجماع ہے :

قال الطحاوی رحمہ اللہ: "فکانت العقوبات جاریة فیما ذکر فی هذه الآثار علی ما ذکر فیها حتی نسخ ذلك بتحریم الربا, فعاد الأمر إلی أن لا یؤخذ ممن أخذ شیئا إلا مثل ما أخذوإن العقوبات لا تجب فی الأموال بانتهاك الحرمات التی هی غیر أموال. فحدیث سلمة - عندنا - کان فی الوقت الأول فکان الحکم علی من زنی بجاریة امرأته مستکرها لها, علیه أن تعتق عقوبة له فی فعله, ویغرم مثلها لامرأته. وإن کانت طاوعته ألزمها جاریة زانیة وألزمه

مكانها جارية طاهرة ولم تعتق هی بطواعيتها إياه. وفرق فی ذلك, بينما إذا كانت مطاوعة له, وبينما إذا كانت مستكرهة ثم نسخ ذلك فردت الأمور إلى أن لا يعاقب أحد بانتهاك حرمة لم يأخذ فيها مالا بأن يغرم مالا , ووجبت عليه العقوبة التی أوجب الله على سائر الزناة. فثبت بما ذكرنا ما روى النعمان ونسخ ما روى سلمة بن المحبق ـ (۷۷)

قال البنانی فی حاشيته: "وهل يكون التعزير بأخذ المال فی معصية لا تعلق لها بالمال أم لا الخ. يدل على قصوره ما ذكره ابن رشد فی رسم مساجد القبائل من سماع ابن القاسم من كتاب الحدود فی القذف ونصه مالك لا يرى العقوبات فی الأموال وإنما كان ذلك فی أول الإسلام من ذلك ما روى عن النبی - صلى الله عليه وسلم - فی مانع الزكاة أنها تؤخذ منه وشطر ماله عزمة من عزمات ربنا وما روى عنه عليه الصلاة والسلام فی حريسة الجبل أن فيها غرامة مثلها وجلدات نكال وما روى عنه عليه الصلاة والسلام إن سلب من أخذ وهو يصيد فی الحرم لمن أخذه كان ذلك كله فی أول الإسلام وحكم به عمر بن الخطاب ثم انعقد الإجماع على أن ذلك لا يجب وعادت العقوبات على الجرائم فی الأبدان اه ـ (۷۸)

قال ابن رشد ﷺ: "وقول ابن القاسم فی أنه لا يتصدق من ذلك على الغاش إلا بالشیء اليسير أحسن من قول مالك؛ لأن الصدقة بذلك من العقوبات فی الأموال، والعقوبات فی الأموال أمر كان فی أول الإسلام، من ذلك ما روى عن النبی - عَلَيْهِ السَّلَامُ - فی مانع الزكاة: إنما آخذها منه وشطر ماله عزمة من عزمات ربنا وما روى عنه فيه: حريسة الجبل أن فيها غرامة مثليها وجلدات نكال وما روى عنه من أن من أخذ بصيد فی حرم المدينة شيئا، فلمن أخذه سلبه ومن مثل هذا كثير، ثم نسخ ذلك كله بالإجماع على أن ذلك لا يجب، وعادت العقوبات فی الأبدان، فكان قول ابن القاسم أولى بالصواب استحسانا، والقياس أن لا يتصدق من ذلك بقليل ولا كثير، وبالله التوفيق ـ (۷۹)

مگر بہت سے علماء کو اس سے اتفاق نہیں ہے، اس لئے کہ خلفاء راشدین اور صحابہ کا تعامل اس تصور نسخ کے خلاف ہے جیسا کہ اس کا ذکر پہلے آچکا ہے، اور کچھ تفصیل آگے آرہی ہے۔

تعزیر مالی کے جواز کے دلائل :

☆ جب کہ قائلین جواز کی دلیلوں میں بھی بڑا دم ہے، مثلاً :

☆ کوئی ایسی صریح دلیل موجود نہیں ہے جس میں مالی سزاؤں کی ممانعت کی گئی ہو۔

☆ بلکہ متعدد روایات سے ثابت ہوتا ہے کہ بعض جرائم پر عہد نبوت میں بھی مالی سزائیں دی جاتی تھیں، مثلاً حضرت بہز بن حکیم کی روایت میں ہے کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا جو زکوٰۃ ادا نہیں کرے گا اس سے زکوٰۃ کے علاوہ بھی وصول کیا جائے گا :

عَنْ بَهْزِ بْنِ حَكِيمٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ قَالَ: سَمِعْتُ نَبِيَّ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: " فِي كُلِّ إِبِلٍ سَائِمَةٍ . فِي كُلِّ أَرْبَعِينَ ابْنَةُ لَبُونٍ.لَا تُفَرَّقُ إِبِلٌ عَنْ حِسَابِهَا.مَنْ أَعْطَاهَا مُؤْتَجِرًا فَلَهُ أَجْرُهَا،وَمَنْ مَنَعَهَا فَإِنَّا آخِذُوهَا مِنْهُ وَشَطْرَ إِبِلِهِ عَزْمَةً مِنْ عَزَمَاتِ رَبِّنَا لَا يَحِلُّ لِآلِ مُحَمَّدٍ مِنْهَا شَيْءٌ " قال المحقق ارنؤوط: إسناده حسن — (۸۰)

☆ علامہ ابن تیمیہؒ اور علامہ ابن قیمؒ اس موقف کے بہت مضبوط وکیل ہیں ،ان دونوں نے مشترکہ طور پر عہد نبوت اور عہد خلفاء راشدین کے کئی واقعات سے مالی جرمانہ کے جواز پر استدلال کیا ہے، مثلاً :

☆ رسول اللہ ﷺ نے حرم مدینہ میں شکار کرنے والے کا شکار ضبط کر لینے کی اجازت دی۔

☆ شراب کے مٹکے اور ظروف توڑ دینے کا حکم فرمایا۔

☆ حضرت عبداللہ بن عمرؓ کو زرد کپڑے جلا دینے کا حکم فرمایا۔

☆ خیبر کے دن ان ہانڈیوں کو توڑ دینے کا حکم فرمایا جن میں گھریلو گدہوں کے گوشت پکائے گئے تھے۔

☆ عہد نبوت میں آپ ﷺ کے حکم سے مسجد ضرار منہدم کی گئی۔

☆ مال غنیمت میں خیانت کرنے والے کا مال نذر آتش کیا گیا۔

☆ درختوں کے پھل وغیرہ کی چوری کرنے والے پر تاوان کی دگنی رقم مقرر کی گئی۔

☆ گم شدہ چیز چھپانے والے پر مالی تاوان زائد عائد کیا گیا۔

☆ سونے کی انگوٹھی استعمال کرنے والے کی انگوٹھی پھینک دی گئی۔

☆ حضور ﷺ نے مسجد کی نماز باجماعت چھوڑنے والوں کے مکانات بھی جلانے کا ارادہ فرما لیا تھا لیکن پھر عورتوں اور بچوں کی وجہ سے ارادہ ترک فرما دیا۔

☆ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس بچھڑے کو جلوا دیا تھا بنی اسرائیل جس کی عبادت کرنے لگے تھے۔

☆ حضرت عمر بن الخطابؓ نے وہ مکان اور حضرت علی نے وہ بستی نذر آتش کرا دی تھی جہاں شراب کا کاروبار ہوتا تھا۔

☆ حضرت سعد بن وقاصؓ نے ایک محل (دار الامارت) تعمیر فرما کر دربان مقرر کیا تھا، امیر المؤمنین حضرت عمرؓ کو اس کی اطلاع ملی تو آپ نے وہ محل نذر آتش فرما دیا، اس حکم کی تنفیذ حضرت محمد بن مسلمہ کے ذریعہ کرائی گئی۔

☆ جس دودھ میں ملاوٹ کی خبر ملتی حضرت عمر فاروقؓ اس کو زمین پر پھینکوا دیتے تھے۔(۸۱)

☆ حضرت عمر نے زکوٰۃ ادا نہ کرنے والوں کا مال ضبط کر لینے کا فرمان جاری کیا تھا۔(۸۲)

☆ حضرت یحییٰ بن عبدالرحمن بن حاطب سے روایت ہے کہ حاطب کے غلاموں نے مزینہ کے ایک آدمی کی اونٹنی چرا کر ذبح کر لی۔ یہ مقدمہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں پیش ہوا۔حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کثیر بن صلت کو حکم دیا کہ ان کے ہاتھ کاٹ دیئے جائیں۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میرے خیال میں تم لوگ انہیں بھوکا رکھتے ہو۔ مزید غور وفکر کے بعد آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا :

وَاللهِ لَأُغَرِّمَنَّكَ غُرْمًا يَشُقُّ عَلَيْكَ. ثُمَّ قَالَ لِلْمُزَنِيِّ كَمْ ثَمَنُ نَاقَتِكَ؟ فَقَالَ الْمُزَنِيُّ: قَدْ كُنْتُ وَاللهِ أَمْنَعُهَا مِنْ أَرْبَعِ مِائَةِ دِرْهَمٍ. فَقَالَ عُمَرُ رضی الله عنه أَعْطِهِ ثَمَانَ مِائَةِ دِرْهَمٍ۔

خدا کی قسم میں تمہیں اتنا تاوان کر دوں گا کہ تم تنگی محسوس کرو گے۔ پھر مزنی سے فرمایا کہ تمہاری اونٹنی کی قیمت کیا ہوگی؟ مزنی نے کہا کہ خدا کی قسم میں چارسو درہم میں بھی بیچنے کے لیے تیار نہیں تھا۔حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اسے آٹھ سو (۸۰۰) درہم دو۔(۸۳)

☆ حضرت سعد نے زیادتی کرنے والے غلام کو ضبط فرمالیا، اور اس کے مالکان کو واپس نہیں کیا :

عن عامر بن سعد، أن سعدا ركب إلى قصره بالعقيق، فوجد عبدا يقطع شجرا، أو يخبطه، فسلبه، فلما رجع سعد، جاءه أهل العبد فكلموه أن يرد على غلامهم - أو عليهم - ما أخذ من غلامهم، فقال: معاذ الله أن أرد شيئا نفلنيه رسول الله صلى الله عليه وسلم، وأبى أن يرد عليهم — (۸۴)

عہد نبوت سے عہد صحابہ تک کے یہ تمام واقعات بلاشبہ مالی سزاؤں سے متعلق ہیں، اگر مالی سزا کا حکم منسوخ ہو چکا ہوتا تو خلفاء راشدین کو اس کی خبر کیوں نہیں تھی۔اس سے اس دعوائے اجماع کی حقیقت بھی منکشف ہو جاتی ہے جو بعض علماء کی جانب سے پیش کیا گیا ہے۔

☆ جہاں تک حکام کی بدعنوانیوں کا سوال ہے تو یہ اندیشے ہر جگہ ممکن ہیں، ان کے تدارک کے لئے مضبوط نظام العمل بنایا جا سکتا ہے، اور ان اندیشوں سے بچا جا سکتا ہے۔

ترجیح اور وجوہ ترجیح :

ان مضبوط دلائل کے پیش نظر عدم جواز کے مقابلے میں جواز کا مسلک موجودہ حالات میں زیادہ لائق ترجیح محسوس ہوتا ہے، اور اس کی کئی وجوہ ہیں :

یہ تصور خلاف واقعہ ہے کہ مالی سزا اسلام کے مزاج کے خلاف ہے، اگر مالی سزائیں اسلام کے مزاج کے خلاف ہوتیں تو مختلف صورتوں میں دیت یا مالی کفارات کا حکم صادر نہ کیا جاتا، جب حدود اور کفارات کی صورتوں میں مالی سزائیں موجود ہیں تو تعزیرات میں مالی سزا کی گنجائش کیوں ممکن نہیں، فرق صرف تعین اور عدم تعین کا ہے، نفس سزا میں کوئی تفاوت نہیں ہے، دیت وکفارات کی آیات کریمہ ملاحظہ کریں :

وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ اَنْ يَّقْتُلَ مُؤْمِنًا اِلَّا خَطَـًٔا ۚ وَمَنْ قَتَلَ مُؤْمِنًا خَطَـًٔا فَتَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ مُّؤْمِنَةٍ وَّدِيَةٌ مُّسَلَّمَةٌ اِلٰٓى اَهْلِهٖٓ اِلَّآ اَنْ يَّصَّدَّقُوْا ۭ فَاِنْ كَانَ مِنْ قَوْمٍ عَدُوٍّ لَّكُمْ وَھُوَ مُؤْمِنٌ فَتَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ مُّؤْمِنَةٍ ۭ وَاِنْ كَانَ مِنْ قَوْمٍۢ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَھُمْ مِّيْثَاقٌ فَدِيَةٌ مُّسَلَّمَةٌ اِلٰٓى اَھْلِهٖ وَتَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ مُّؤْمِنَةٍ ۚ فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ شَهْرَيْنِ مُتَتَابِعَيْنِ ۡ تَوْبَةً مِّنَ اللّٰهِ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا حَكِيْمًا ﴿۹۲﴾ ۔ (۸۵)

لَا يُؤَاخِذُكُمُ اللّٰهُ بِاللَّغْوِ فِيْٓ اَيْمَانِكُمْ وَلٰكِنْ يُّؤَاخِذُكُمْ بِمَا عَقَّدْتُّمُ الْاَيْمَانَ ۚ فَكَفَّارَتُهٗٓ اِطْعَامُ عَشَرَةِ مَسٰكِيْنَ مِنْ اَوْسَطِ مَا تُطْعِمُوْنَ اَهْلِيْكُمْ اَوْ كِسْوَتُهُمْ اَوْ تَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ ۭ فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ ثَلٰثَةِ اَيَّامٍ ۭ ذٰلِكَ كَفَّارَةُ اَيْمَانِكُمْ اِذَا حَلَفْتُمْ ۭ وَاحْفَظُوْٓا اَيْمَانَكُمْ ۭ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اٰيٰتِهٖ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴿۸۹﴾ ۔ (۸۶)

وَالَّذِيْنَ يُظٰهِرُوْنَ مِنْ نِّسَاۗىِٕهِمْ ثُمَّ يَعُوْدُوْنَ لِمَا قَالُوْا فَتَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّتَمَاۗسَّا ۭ ذٰلِكُمْ تُوْعَظُوْنَ بِهٖ ۭ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ﴿۳﴾ فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ شَهْرَيْنِ مُتَتَابِعَيْنِ مِنْ قَبْلِ اَنْ يَّتَمَاۗسَّا ۚ فَمَنْ لَّمْ يَسْتَطِعْ فَاِطْعَامُ سِتِّيْنَ مِسْكِيْنًا ۭ ذٰلِكَ لِتُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ۭ وَتِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ ۭ وَلِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۴﴾ ۔ (۸۷)

دوسری بات یہ ہے کہ تعزیز کا تعلق جب حاکم کی صوابدید سے ہے تو اس سے مالی عقوبات کے استثنا کے کوئی معنیٰ نہیں، بعض صورتوں میں مجرم کے لئے مالی سزائیں جتنی مؤثر ہوتی ہیں، غیر مالی سزاؤں کا وہ اثر نہیں ہوتا۔ جس طرح کہ زانی کے متعلق حکم ہے کہ اگر حاکم مناسب سمجھے تو بطور تعزیر اس کو جلاوطن کرسکتا ہے ۔غور کیجئے تو جلاوطنی کا مالی نقصانات سے بھی گہرا تعلق ہے۔

آج کے دور میں مختلف معاملات میں مالی تعزیرات کا رواج اتنا عام ہوگیا ہے کہ اس سے بچنا بہت مشکل ہے، اسلامی قانون میں عرف اور تعامل کی بڑی اہمیت ہے۔ اور اس کو ترک کرنے میں جو حرج ہوسکتا ہے اس کے لئے رفع حرج بھی معیار بن سکتا ہے۔

نیز ضرورت وحاجت کے وقت فقہاء نے دوسرے مذہب یا اپنے ہی مذہب کے قول ضعیف پر عمل اور فتویٰ کی اجازت دی ہے، اس میں کسی کو اختلاف نہیں ہے۔

اسی طرح فقہاء کا اتفاق ہے کہ تعزیرات کے معیار میں زمان ومکان کے لحاظ سے فرق ہو سکتا ہے، اس دور میں مالی جرمانہ (پلانٹی) کو جس طرح ہر مسئلے میں بنیاد مان لیا گیا ہے، اس کا تقاضا ہے کہ قدیم معیار ترک کر کے تعزیر کے نئے معیار (یعنی تعزیر مالی) کو اختیار کیا جائے۔

قال القرافی: إن التعزیر یختلف بإختلاف الأمصار والأمصار، فرب تعزیر فی بلاد یکون إکراما فی بلد أخر کقلع الطیلسان بمصر تعزیر وفی الشام إکرام۔ (۸۸)

عصر حاضر میں جسمانی سزاؤں کا اختیار صرف حکومتوں کے ہاتھ میں ہے، حکومت کی اجازت کے بغیر کسی کو جسمانی سزا دینا غیر قانونی اور باعث فتنہ ہے، ایسی صورت میں مالی تعزیرات کے علاوہ کوئی دوسری صورت باقی نہیں رہ جاتی، لہٰذا بصورت مجبوری حضرت امام ابو یوسفؒ کے قول پر فتویٰ دینے کی گنجائش معلوم ہوتی ہے۔

اور چونکہ تعزیرات میں حدود کی طرح حاکم کی اجازت شرط نہیں ہے، بلکہ عام آدمی بھی قانون تعزیرات سے استفادہ کر سکتا ہے، اس لحاظ سے موجودہ دور میں تعزیرات مالیہ کو نافذ کرنا غیر شرعی نہیں ہوگا۔

وَقَالَ التُّمُرْتَاشِيُّ: يَجُوزُ التَّعْزِيرُ الَّذِي يَجِبُ حَقًّا لِلَّهِ تَعَالَى لِكُلِّ أَحَدٍ بِعِلَّةِ النِّيَابَةِ عَنِ اللَّهِ وَسُئِلَ أَبُو جَعْفَرٍ الْهِنْدُوَانِيُّ عَمَّنْ وَجَدَ رَجُلًا مَعَ امْرَأَةٍ أَيَحِلُّ لَهُ قَتْلُهُ؟ قَالَ: إنْ كَانَ يَعْلَمُ أَنَّهُ يَنْزَجِرُ عَنِ الزِّنَا بِالصِّيَاحِ وَالضَّرْبِ بِمَا دُونَ السِّلَاحِ لَا يَقْتُلُهُ. وَإِنْ عَلِمَ أَنَّهُ لَا يَنْزَجِرُ إلَّا بِالْقَتْلِ حَلَّ لَهُ قَتْلُهُ، وَإِنْ طَاوَعَتْهُ الْمَرْأَةُ يَحِلُّ قَتْلُهَا أَيْضًا. وَهَذَا تَنْصِيصٌ عَلَى أَنَّ الضَّرْبَ تَعْزِيرٌ يَمْلِكُهُ الْإِنْسَانُ وَإِنْ لَمْ يَكُنْ مُحْتَسِبًا، وَصَرَّحَ فِي الْمُنْتَقَى بِذَلِكَ، وَهَذَا لِأَنَّهُ مِنْ بَابِ إزَالَةِ الْمُنْكَرِ بِالْيَدِ. وَالشَّارِعُ وَلَّى كُلَّ أَحَدٍ ذَلِكَ حَيْثُ قَالَ {مَنْ رَأَى مِنْكُمْ مُنْكَرًا فَلْيُغَيِّرْهُ بِيَدِهِ، فَإِنْ لَمْ يَسْتَطِعْ فَبِلِسَانِهِ} الْحَدِيثَ۔ (۸۹)

ایک اہم پہلو یہ بھی ہے کہ حضرت امام ابو یوسفؒ چونکہ خود قاضی بلکہ قاضی القضاۃ تھے اور ان چیزوں کا عملی تجربہ بھی رکھتے تھے، اس لئے ان کا قول دلائل کے ماسوا تجربات اور واقعیت پر بھی مبنی ہے، اور چونکہ تعزیرات کا تعلق زیادہ تر محکمۂ قضا سے ہے، اس لئے ان میں امام ابو یوسفؒ کے قول کو ترجیح حاصل ہونی چاہئے۔ واللہ اعلم بالصواب وعلمہ اتم واحکم۔

حواشی :

(۲۰) فتاوی بزازیة علی الھندیة ج۶ص۴۲۷ المطبعة الکبری الامیریة بولاق مصر ۱۳۱۰ھ

(۲۱) البحر الرائق شرح کنز الدقائق ج۵ص۴۴ زین الدین ابن نجیم الحنفی سنة الولادة 926ھ/ سنة الوفاة 970ھ الناشر دار المعرفة مکان النشر بیروت۔

(۲۲) حاشیة رد المحتار علی الدر المختار شرح تنویر الأبصار فقه أبو حنیفة ج۴ص ۶۲ ابن عابدین. الناشر دار الفکر للطباعة والنشر. سنة النشر 1421ھ-2000م. مکان النشر بیروت. عدد الأجزاء 8۔ کذا فی العالمگیریة، فصل فی التعزیر ۲/۱۶۷، طماجدیه کوئٹه۔

(۲۳) درر الحکام شرح غرر الاحکام لملا خسرو، 2/75، ط: دار احیاء الکتب العربیة۔

(۲۴) واضح رہے کہ حضرت مولانا مفتی رشید احمد لدھیانوی صاحب ؒ نے یہ بات حضرت مولانا عبد الحی فرنگی محلی ؒ کی مشہور کتاب ''الفوائد البہیة فی تراجم الحنفیہ'' ص ۲۱۳ کے حوالے سے لکھی ہے (احسن الفتاویٰ ج ۵ ص ۵۵۸) لیکن دلچسپ بات یہ ہے کہ خود حضرت مولانا عبد الحی فرنگی محلی ؒ تعزیر بالمال کے جواز کے قائل ہیں (مجموعۃ الفتاویٰ ج ۳ ص ۴۸- جیسا کہ آگے آئے گا) اس لئے قرین قیاس یہ ہے کہ اگر یہ زاہدی کا تفرد ہوتا تو مولانا عبد الحی صاحب اپنی تحقیق کے مطابق اسے قبول نہ فرماتے۔

(۲۵) مجمع الأنهر فی شرح ملتقی الأبحر ج ۲ ص ۳۷۲ عبد الرحمن بن محمد بن سلیمان الکلیبولی المدعو بشیخی زادہ سنة الولادة/سنة الوفاة 1078ھ تحقیق خرج آیاته أحادیثه خلیل عمران المنصور الناشر دار الکتب العلمیة سنة النشر 1419ھ-1998م مکان النشر لبنان/بیروت عدد الأجزاء 4

(۲۶) فتح القدیر ج ۵ ص ۳۴۵ کمال الدین محمد بن عبد الواحد السیواسی سنة الولادة/سنة الوفاة 681ھ الناشر دار الفکر مکان النشر بیروت عدد الأجزاء۔

(۲۷) العنایة شرح الهدایة ج۷ ص ۳۰۲ المؤلف: محمد بن محمد البابرتی (المتوفی:786ھ) مصدر الکتاب: موقع الإسلام۔

(۲۸) تبیین الحقائق شرح کنز الدقائق وحاشیة الشِّلْبِيِّ ج۳ ص ۲۰۸ المؤلف: عثمان بن علی بن محجن البارعی، فخر الدین الزیلعی الحنفی (المتوفی: 743ھ) الحاشیة: شهاب الدین أحمد بن محمد بن أحمد بن یونس بن إسماعیل بن یونس الشِّلْبِيُّ (المتوفی: 1021ھ) الناشر: المطبعة الکبری الأمیریة-بولاق، القاهرة الطبعة: الأولی، 1313ھ۔

(۲۹) الفتاویٰ التتارخانیة ج ۶ ص ۴۰۲،۴۰۱ ترتیب وتخریج مفتی شبیر احمد قاسمی مرادآباد، مطبوعه مکتبه زکریا دیوبند

(۳۰) تاج التراجم فی طبقات الحنفیة ج ۱ ص ۲۵ المؤلف: زین الدین أبو العدل قاسم بن قطلوبغا السودونی الحنفی (المتوفی: 879ھ) مصدر الکتاب: موقع الوراق۔

(۳۱) البحر الرائق شرح کنز الدقائق ج ۵ ص ۴۴ زین الدین ابن نجیم الحنفی سنة الولادة 926ھ/ سنة الوفاة 970ھ الناشر دار المعرفة مکان النشر بیروت۔

(۳۲) شرح مشکل الآثار ج ۸ ص 404 حدیث نمبر: 3343 المؤلف: أبو جعفر أحمد بن محمد بن سلامة بن عبد الملك بن سلمة الأزدی الحجری المصری المعروف بالطحاوی (المتوفی: 321ھ) تحقیق: شعیب الأرنؤوط الناشر: مؤسسة الرسالة الطبعة: الأولی- 1415ھ، 1494م عدد الأجزاء: 15) 16 وجزء للفهارس)۔

(۳۳) شرح معانی الآثار ج ۳ ص ۱۳۶ المؤلف: أحمد بن محمد بن سلامة بن عبد الملك بن سلمة أبو جعفر الطحاوی الناشر: دار الکتب العلمیة- بیروت الطبعة الأولی، 1399 تحقیق: محمد زهری النجار عدد الأجزاء: 4۔

(۳۴) شرح معانی الآثار ج۳ ص ۱۳۶ حدیث نمبر: ۴۵۱۰ المؤلف: أحمد بن محمد بن سلامة بن عبد الملك بن سلمة أبو جعفر

الطحاوی الناشر:دار الکتب العلمیة-بیروت الطبعة الأولی، 1399 تحقیق:محمدزھری النجار عددالأجزاء: 4
(۳۵) نخب الافکار فی تنقیح مبانی الاخبار علیٰ شرح معانی الآثار للامام بدر الدین عینی (م ۸۷۵ھ) کتاب الحدود، الرجل یزنی بجاریۃ امرأتہ ج۱۵ص۳۸۱تا۴۰۰مطبوعہ وزارۃ الاوقاف والشؤن الاسلامیۃ قطر، ۱۴۲۹ھ مطابق ۲۰۰۸ء۔
(۳۶) معین الحکام فیما یتردد بین الخصمین من الأحکام ج ۲ ص ۴۴۹ المؤلف : علی بن خلیل الطرابلسی، أبو الحسن، علاء الدین (المتوفی :844ھ) مصدر الکتاب : موقع الإسلام۔
(۳۷) مشکل الآثار للطحاوی ج 4ص208۔
(۳۸) فتح القدیر ج ۵ ص ۳۴۵ کمال الدین محمد بن عبد الواحد السیواسی سنۃ الولادۃ/سنۃ الوفاۃ 681ھ الناشر دار الفکر مکان النشر بیروت عدد الأجزاء۔
(۳۹) العنایۃ شرح الھدایۃ ج۷ص۳۰۲ المؤلف: محمد بن محمد البابرتی (المتوفی:786ھ) مصدر الکتاب: موقع الإسلام۔
(۴۰) تبیین الحقائق شرح کنز الدقائق وحاشیۃ الشِّلْبِیِّ ج۳ص۲۰۸ المؤلف: عثمان بن علی بن محجن البارعی، فخر الدین الزیلعی الحنفی (المتوفی: 743ھ) الحاشیۃ :شھاب الدین أحمد بن محمد بن أحمد بن یونس بن إسماعیل بن یونس الشِّلْبِیُّ (المتوفی: 1021ھ) الناشر :المطبعۃ الکبری الأمیریۃ-بولاق، القاھرۃ الطبعۃ: الأولی، 1313ھ۔
(۴۱) فتاویٰ بزازیۃ علی الھندیۃ ج۶ص۴۲۷ المطبعۃ الکبری الامیریۃ بولاق مصر ۱۳۱۰ھ۔
(۴۲) فتاویٰ بزازیۃ علی الھندیۃ ج۶ص۴۲۷ المطبعۃ الکبری الامیریۃ بولاق مصر ۱۳۱۰ھ۔
(۴۳) الفتاویٰ التتارخانیۃ ج ۶ ص ۴۰۲،۴۰۱ ترتیب وتخریج مفتی شبیر احمد قاسمی مرادآباد، مطبوعہ مکتبہ زکریا دیوبند۔
(۴۴) واقعات المفتیین ص۵۹ المطبعۃ المنیریۃ مصر۔
(۴۵) الفتاویٰ التتارخانیۃ ج ۶ ص ۴۰۲،۴۰۱ ترتیب وتخریج مفتی شبیر احمد قاسمی مرادآباد، مطبوعہ مکتبہ زکریا دیوبند۔
(۴۶) البحر الرائق شرح کنز الدقائق ج ۵ ص ۳۴ زین الدین ابن نجیم الحنفی سنۃ الولادۃ 926ھ/ سنۃ الوفاۃ 970ھ الناشر دار المعرفۃ مکان النشر بیروت۔
(۴۷) البحر الرائق شرح کنز الدقائق ج ۵ ص ۳۴ زین الدین ابن نجیم الحنفی سنۃ الولادۃ 926ھ/ سنۃ الوفاۃ 970ھ الناشر دار المعرفۃ مکان النشر بیروت۔
(۴۸) تحفۃ الترک فیما یجب ان یعمل فی الملک، الفصل الخامس فی الکشف عن القضاء اونوابھم ص 49۔
(۴۹) المتانۃ ص 545 بحوالہ احسن الفتاویٰ ج 5ص553۔
(۵۰) مجموعۃ الفتاویٰ ج۳ص۴۸، مطبوعہ قیومی کانپور۔
(۵۱) حاشیۃ شرح وقایۃ ج۵ص۳۰۸۔
(۵۲) فتاویٰ امارت شرعیہ: ۲۵۷،۲۹۰۔
(۵۳) فتاویٰ حقانیہ ج ۲ ص ۳۳۴ مطبوعہ جامعہ حقانیہ اکوڑہ خٹک۔

(۵۴) معین القضاۃ والمفتیین ج۱ص۷۰،مطبوعہ میر محمد کتب خانہ

(۵۵) منتخبات نظام الفتاویٰ ج۳ص۳۷۶مطبوعہ دیوبند۔

(۵۶) دارالقضاء کے فیصلے،مطبوعہ امارت شرعیہ پٹنہ۔

(۵۷) تقریر ترمذی ج ۲ص ۱۱۸ مطبوعہ دیوبند۔

(۵۸) بلغة السالك لأقرب المسالك ج ۴ ص ۲۶۸ أحمد الصاوی تحقيق ضبطه وصححه: محمد عبد السلام شاهين الناشر دار الكتب العلمية سنة النشر 1415هـ-1995م مكان النشر لبنان/بيروت عدد الأجزاء 4

(۵۹) حاشية الدسوقی علی الشرح الكبير ج۴ص ۳۵۵ محمد عرفه الدسوقی تحقيق محمد عليش الناشر دار الفكر مكان النشر بيروت عدد الأجزاء 4۔

(۶۰) الشرح الكبير وحاشية الدسوقی، ،3/46ط:دار الفكر۔

(۶۱) تبصرة الحكام فی أصول الأقضية ومناهج الأحكام ج ۵ص ۲۷۴ المؤلف: إبراهيم بن علی بن محمد، ابن فرحون، برهان الدين اليعمری (المتوفی: 799هـ)

(۶۲) الحسبة لابن تيمية ص ۵۷ المؤلف: تقی الدين أبو العباس أحمد بن عبد الحليم بن تيمية الحرانی (المتوفی: 728هـ)عدد الصفحات: 50۔

(۶۳) الموسوعة الفقهية الكويتية ج ۱۲ ص ۲۷۰ صادر عن: وزارة الأوقاف والشئون الإسلامية - الكويت عدد الأجزاء: 45جزءا الطبعة: (من 1427 - 1404هـ)..الأجزاء : 23 - 1الطبعة الثانية، دار السلاسل- الكويت..الأجزاء : 38 - 24الطبعة الأولى، مطابع دار الصفوة- مصر..الأجزاء : 45 - 39الطبعة الثانية، طبع الوزارة۔

(۶۴) الموسوعة الفقهية الكويتية ج ۱۲ ص ۲۷۰ صادر عن: وزارة الأوقاف والشئون الإسلامية - الكويت عدد الأجزاء: 45جزءا الطبعة: (من 1427 - 1404هـ)..الأجزاء : 23 - 1الطبعة الثانية، دار السلاسل- الكويت..الأجزاء : 38 - 24الطبعة الأولى، مطابع دار الصفوة- مصر..الأجزاء : 45 - 39الطبعة الثانية، طبع الوزارة۔

(۶۵) حاشيتا قليوبی وعميرة ج ۱۵ص ۳۰۴ المؤلف: شهاب الدين القليوبی (المتوفی: 1069هـ) وأحمد البرلسی عميرة (المتوفی: 957هـ)[هی حاشية علی كتاب المنهاج للنووی (المتوفی: ت 676هـ)] • حواشی الشروانی والعبادی ج ۹ص ۱۲۹ المؤلف: عبد الحميد المكی الشروانی (المتوفی: 1301هـ) و أحمد بن قاسم العبادی (المتوفی: 992هـ)[الكتاب حاشية علی تحفة المحتاج بشرح المنهاج لابن حجر الهيتمی (المتوفی: 974هـ) الذی شرح فيه المنهاج للنووی (المتوفی: 676هـ)]مصدر الكتاب: موقع يعسوب [ترقيم الكتاب موافق للمطبوع] • نهاية المحتاج إلی شرح المنهاج ج ۲۶ ص ۲۵۳ المؤلف: شمس الدين محمد بن أبی العباس أحمد بن حمزة شهاب الدين الرملی (المتوفی: 1004هـ)[هو شرح متن منهاج الطالبين للنووی (المتوفی 676هـ)]۔

(۶۶) الأم للشافعی، ،4/265ط:دار المعرفة

(۶۷) المجموع شرح المهذب، 20/125، دار الفکر۔

(۶۸) المغنی فی فقه الإمام أحمد بن حنبل الشیبانی ج۱۰ ص ۳۲۴ المؤلف: عبد الله بن أحمد بن قدامة المقدسی أبو محمد الناشر: دار الفکر - بیروت الطبعة الأولی، 1405 عدد الأجزاء: 10 · کشاف القناع عن متن الإقناع ج ۲۰ ص ۴۸۹ المؤلف: منصور بن یونس بن إدریس البهوتی (المتوفی: 1051ھ) · شرح منتهی الإرادات المسمی دقائق أولی النهی لشرح المنتهی ج ۳ ص ۳۶۶ منصور بن یونس بن إدریس البهوتی سنة الولادة/ سنة الوفاة 1051 الناشر عالم الکتب سنة النشر 1996 مکان النشر بیروت عدد الأجزاء 3

(۶۹) فتاویٰ ابن تیمیہ: ۲۸/ ۱۱۱۔

(۷۰) مختصر الفتاوی المصریة لابن تیمیة ج۱ ص ۳۴۱ بدر الدین أبو عبد الله محمد بن علی الحنبلی البعلی سنة الولادة/ سنة الوفاة 777ھ تحقیق محمد حامد الفقی الناشر دار ابن القیم سنة النشر 1406 - 1986 مکان النشر الدمام - السعودیة عدد الأجزاء۔

(۷۱) الطرق الحکمیة فی السیاسة الشرعیة لابن قیم ج ۲۲ ص ۱۹۔ ·جامع الفقه لإبن القیم: ۶/ ۵۰-۵۴۹، ترتیب، یسریٰ السید محمد (ط: دار الصفاء، بیروت۔

(۷۲) البقرة: ۱۸۸

(۷۳) النساء: ۲۹۔

(۷۴) مسند الإمام أحمد: ۳۳/ ۳۹۹، رقم: ۲۰۶۹۵، ت: شعیب أرناؤط، ط: مؤسسة الرسالة عام ۱۴۲۱ھ· ومسند أبو یعلی: ۳/ ۱۰۴، رقم: ۱۵۰۷، ت: حسین سلیم، ط: دار المأمون للتراث- دمشق عام ۱۴۰۴ھ

(۷۵) سنن الدارقطنی، 3/423، ط: مؤسسة الرسالة مسند احمد بن حنبل 20695۔

(۷۶) *مولانا تقی عثمانی، درس ترمذی۔*

(۷۷) شرح معانی الآثار، 3/146، ط: عالم الکتب۔ *اس عبارت کی تشریح پہلے گذر چکی ہے۔*

(۷۸) شرح الزرقانی علی مختصر الخلیل وحاشیة البنانی، 8/201، ط: دار الکتب العلمیة۔

(۷۹) البیان والتحصیل، 9/320، ط: دار الغرب الإسلامی۔

(۸۰) سنن أبی داود، 3/26، ط: دار الرسالة العالمیة۔ مسند الإمام أحمد بن حنبل ج۳۳ ص۲۲۰ حدیث نمبر: ۲۰۰۱۶ المؤلف: أبو عبد الله أحمد بن محمد بن حنبل بن هلال بن أسد الشیبانی (المتوفی: 241ھ) المحقق: شعیب الأرنؤوط - عادل مرشد، وآخرون إشراف: د عبد الله بن عبد المحسن الترکی الناشر: مؤسسة الرسالة الطبعة: الأولی، 1421ھ - 2001م إسناده حسن، بهز بن حکیم وأبوه صدوقان. وأخرجه عبد الرزاق (6824) ، وابن أبی شیبة 3/122، وأبو عبید فی "الأموال" (987) ، وابن زنجویه فی "الأموال" (1443) ، والدارمی (1677) ، وأبو داود (1575) ، والنسائی 5/25، وابن خزیمة (2266) ، والطحاوی فی "شرح معانی الآثار" 2/9 و3/ 297، والطبرانی فی "الکبیر" 19/ (984) و (985) و (986) و (987) ، و (988) والحاکم 1/398، وابن حزم فی "المحلی" 6/57، والبیهقی 4/105 و 116، والخطیب فی "تاریخه" 9/448 من طرق عن بهز بن حکیم، بهذا الإسناد. وقال الأعظمی: إسناده

حسن(صحیح ابن خزیمة ج۳ص۱۸احدیث نمبر:۲۲۶۶المؤلف: محمد بن إسحاق بن خزیمة أبو بکر السلمی النیسابوری الناشر: المکتب الإسلامی-بیروت، 1970 – 1390 تحقیق: د. محمد مصطفی الأعظمی عدد الأجزاء: 4الأحادیث مذیلة بأحکام الأعظمی والألبانی علیها)۔

(۸۱) الطرق الحکمیة فی السیاسة الشرعیة ج۲۲ص۱۹۔

(۸۲) السندی ، 605 / 1 ، 604 / 7والبزازیة ، 457 / 2وابن عابدین 184 / 3۔

(۸۳) مؤطأ امام مالك ﷺ ج ،748 :2رقم: ،1436دار احیاء التراث العربی مصر۔ مصنف عبد الرزاق، ،10/239 المجلس العلمی۔الهند۔

(۸۴) صحیح مسلم، ،2/993دار احیاء التراث العربی۔

(۸۵) النساء:92

(۸۶) الْمَآئِدَة:89

(۸۷) الْمُجَادَلَة:4-3

(۸۸) الفروق: ۱۸۳/۴، الفرق السادس والأربعون والمائتان۔

(۸۹) شرح فتح القدیر ج ۴ ص ۳۴۶ کمال الدین محمد بن عبد الواحد السیواسی سنة الولادة/ سنة الوفاة 681ھ الناشر دار الفکر مکان النشر بیروت عدد الأجزاء۔

✲ ✲ ✲ ✲ ✲ ✲ ✲ ✲ ✲ ✲

ضروری اعلان

مدت خریداری معلوم کرنے کا سب سے آسان طریقہ یہ ہے کہ آپ کے نام و پتہ کے اوپر جہاں مثلا 2730/08(Upto Dec. 2018) لکھا رہے، اس کا مطلب ہے کہ آپ کا خریداری نمبر 2730/08 ہے اور Upto Dec. 2018 کا مطلب ہے کہ آپ کی مدت خریداری دسمبر ۲۰۱۸ء میں ختم ہوگئی ہے، آپ کے ذمہ ۲۰۱۹ء کا زرتعاون باقی ہے۔

لہٰذا رقم بھیجتے وقت اپنا خریداری نمبر اور پورا پتہ لکھنا نہ بھولیں۔ جو حضرات چیک یا ڈرافٹ کی شکل میں رقم بھیجنا چاہیں — تو اس پر صرف "Darul Esha'at" تحریر کریں۔

A/c No. : 1271488319, A/c Name : DARUL ESHA'AT

IFSC Code : CBIN-0282779

Central Bank of India, Branch: Anisabad, Patna-800002 (Bihar)

Tel : (0612) 2250238

— سرکولیشن منیجر

نقد وتبصرہ

نام کتاب	:	تذکرہ حضرت آہ مظفر پوری (مع کلیات آہ)
مصنف	:	مولانا مفتی اختر امام عادل قاسمی
مبصر	:	محمد عاصم قادری
صفحات	:	۷۲۱
قیمت	:	۵۰۰/روپے
ناشر	:	مفتی ظفیر الدین اکیڈمی جامعہ ربانی منورواشریف، سمستی پور (بہار)
ملنے کے پتے	:	(۱) مرکزی مکتبہ جامعہ ربانی، منورواشریف، پوسٹ سوہما، ضلع سمستی پور ۸۴۸۲۰۷ (بہار)
		(۲) مکتبہ الامام، C212، امام عادل منزل، گراؤنڈ فلور، شاہین باغ، ابوالفضل پارٹ ۲، اوکھلا، جامعہ نگر، نئی دہلی ۲۵

مولانا اختر امام عادل قاسمی فقہ وافتا سے خاص نسبت رکھنے والے سمستی پور بہار کے ایک مستند عالم دین اور ایک عمدہ قلم کار ہیں، کئی علمی کتابوں کے مصنف بھی ہیں، فقہی موضوعات پر اکثر ان کے مضامین رسالہ ’’المجیب‘‘ میں بھی شائع ہوتے رہتے ہیں۔ زیر نظر کتاب انہوں نے اپنے پیر دادا حضرت مولانا عبدالشکور آہ مظفرپوریؒ کے حالات اور علمی وادبی خدمات پر لکھی ہے، جو مفتی ظفیر الدین اکیڈمی منورواشریف، سمستی پور سے ۲۰۱۸ء میں شائع ہوئی۔

حضرت مولانا عبدالشکور مظفرپور کے ایک بزرگ عالم دین اور صاحب دیوان صوفی شاعر تھے، عربی، فارسی اور اردو تینوں زبان میں ان کا کلام موجود ہے، شرف ارادت ان کو مظفرپور ہی کے ایک صوفی بزرگ حضرت مولانا محمد بشارت کریم گڑھولویؒ سے حاصل تھا، صاحب تدریس عالم دین تھے، پوری زندگی انہوں نے درس وتدریس میں بسر کی، مدرسہ اسلامیہ شمس الہدیٰ پٹنہ کے وہ سابق استاد بھی تھے، لیکن علمی دنیا ان کی شخصیت اور فن سے نا آشنا تھی، مولانا اختر امام عادل صاحب نے

اپنی کوشش اور محنت سے نہ صرف ان کی سوانح مرتب کی، بلکہ اس انداز سے انہوں نے سوانح کو ترتیب دیا کہ اس میں ان کے خاندان کی علمی تاریخ بھی جمع ہوگئی، اس لحاظ سے یہ سوانح ایک تاریخی دستاویز بھی ہے۔

مصنف نے یہ کتاب کل چھ ابواب میں منقسم کی ہے، پہلے باب میں نام ونسب، عہد خاندان اور خاندان کے بزرگوں کا ذکر تفصیل کے ساتھ مذکور ہے، دوسرا باب تعلیم وتربیت، شادی، آل واولاد سے متعلق ہے۔ تیسرے باب میں سلوک ومعرفت اوران کی صوفیانہ زندگی پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ چوتھے باب میں علمی وادبی خدمات کا تعارف پیش کیا گیا ہے۔ پانچویں باب میں آہ کی شاعری کا فنی جائزہ لیا گیا ہے۔ یہ باب اصلاً مصنف کے ادبی ذوق کی ترجمانی کرتا ہے۔ چھٹا باب کلیات آہ پر مشتمل ہے، جس میں آہ کے منتخب کلام جمع کئے گئے ہیں۔ مصنف نے عام فہم زبان میں پوری تحقیق کے ساتھ ان ابواب میں حیات کے تمام گوشوں کو اجاگر کیا ہے اور اس ضمن میں جن شخصیتوں اور تاریخی باتوں کا ذکر آگیا ہے، ان پر مصنف نے مختصر تعارفی نوٹ بھی لکھ دیئے ہیں، کلیات آہ میں جو الفاظ مشکل ہیں ان کی تشریح حاشیہ میں کر دی گئی ہے، اس طرح یہ کتاب صاحب تذکرہ کے احوال و آثار کے ساتھ اس عہد کی تاریخ اپنے اندر سمیٹے ہوئی ہے۔ کتاب کے شروع میں دیوبند اور ندوہ وغیرہ کے علما کی تقریظیں مرقوم ہیں، کتاب کا مقدمہ مولانا خالد سیف اللہ صاحب نے لکھا ہے، مقدمہ کے بعد خود مصنف کی تحریر ''حرف اولین'' کے عنوان سے ہے، جس میں مصنف نے اولاً بہار کی تاریخ کا جائزہ لیا ہے اور پھر اپنی اس تالیف کی سرگذشت بیان کی ہے اور آخر میں اپنے تمام معاونین کے لیے کلمات تشکر لکھے ہیں، مقدمہ میں مولانا خالد سیف اللہ صاحب نے کتاب کی اہمیت پر روشنی ڈالتے ہوئے جو کچھ لکھا، اس سے مصنف کے کام کی اہمیت معلوم ہوتی ہے، مقدمہ میں مولانا نے لکھا ہے :

> ''جو شخصیتیں تاریخ کی روشنی میں ہوتی ہیں، جن کے حالات اور کارناموں پر لکھا گیا ہوتا ہے اور جن کی تصنیفات موجود ہوتی ہیں، ان پر لکھنا آسان ہوتا ہے......لیکن مولانا اختر امام عادل صاحب نے ایک ایسی شخصیت پر کام کیا ہے، جن کا تذکرہ بھی اس زمانہ میں خال خال ہی لوگوں نے سنا ہوگا''

المختصر کتاب زبان و بیان اور تحقیقی اعتبار سے ایک عمدہ کتاب ہے، جو یقیناً علمی حلقوں میں شوق سے پڑھی جائے گی اور ریسرچ کرنے والوں کے کام آئے گی، کتاب کی طباعت اور کاغذ بھی اچھا ہے، کمپوزنگ کی غلطیاں جو ایک دو جگہ پر رہ گئی تھیں، ان کی تصحیح قلم سے کر دی گئی ہے، سات سو اکیس صفحات پر مشتمل یہ کتاب پانچ سو روپے میں اوپر دیئے گئے پتوں پر حاصل کی جا سکتی ہے۔

✲ ✲ ✲ ✲ ✲ ✲ ✲ ✲ ✲ ✲ ✲ ✲

نعت پاک

• نجم عثمانی — ”حلیم منزل“ نیو کالونی، واسع پور، دھنباد (جھارکھنڈ)

تا ابد انوار سیرت معجزے دکھلائیں گے
قصر ظلمت چارسو مسمار ہوتے جائیں گے

آپؐ کی ہر اک ادا ہے اک نمونہ، بے مثال
تا قیامت اہل دنیا آپؐ کے گن گائیں گے

آپؐ کے آتے ہی رقص فصل گل جاری ہوا
خوشبوئیں بکھریں گی ہرسو، پھول کھلتے جائیں گے

کھل رہے ہیں گوشۂ دل میں محبت کے گلاب
عشق محبوب خدا کے پھول کب مرجھائیں گے

آپؐ کے نقش قدم پر چلنے والوں کے لئے
منزل حق کے اشارے رہبری فرمائیں گے

کاش وہ در پر بلائیں، کاش قسمت جاگ اُٹھے
دامن عرض تمنا ہم وہیں پھیلائیں گے

ہم گنہگاروں کے چہرے کھل اُٹھیں گے پھول سے
نجمؔ جب میدان محشر میں محمدؐ آئیں گے

✲ ✲ ✲ ✲ ✲ ✲ ✲ ✲ ✲ ✲ ✲

تضمین بر نعت
حضرت امیر خسرو قدس سرہٗ

● ڈاکٹر التفات امجدی— خانقاہ امجدیہ، اسٹیشن روڈ، سیوان (بہار)

دلم حیرت زدہ دل بود شب جاے کہ من بودم ۞ زِ ہر احساس غافل بود شب جاے کہ من بودم
عجب منظر مقابل بود شب جاے کہ من بودم ۞ ”نمی دانم چہ منزل بود شب جاے کہ من بودم“
”بہر سو رقص بسمل بود شب جاے کہ من بودم

رواں تھے عرش سے تا فرش ہر سو نور کے دھارے ۞ نگاہوں نے کہاں دیکھے تھے یہ پر کیف نظارے
رخ محبوب کے دیدار کو بے چین تھے تارے ۞ ”پری پیکر نگار سرو قد لالہ رخسارے“
”سراپا آفت دل بود شب جاے کہ من بودم“

تمامی انبیاء تھے اس انوکھی شان پر حیراں ۞ چلا سوے حریم ناز جب اللہ کا مہماں
فدا زلفوں پہ تھا کوئی، کوئی عارض پہ تھا قرباں ۞ ”رقیباں گوش بر آواز او در ناز و من ترساں“
”سخن گفتن چہ مشکل بود شب جاے کہ من بودم“

بیاں ہو ہی نہیں سکتا نیاز و ناز کا عالم ۞ سنوارے حسن نے خود عشق کی زلفوں کے پیچ و خم
فرشتے بھی نہ جانیں عہد و پیماں جو ہوئے باہم ۞ ”نمی دانم چہ می گردد خبر از خود کجا دارم“
”بہ دریا قطرہ واصل بود شب جاے کہ من بودم

فضا میں ہر طرف تھی گیسوے سرکار کی خوشبو ۞ کہ محبوب خدا کی عظمتوں کا ذکر تھا ہر سو
وہاں تھے حسن کے جلوے وہاں تھا عشق کا جادو ۞ ”خدا خود میر مجلس بود اندر لامکاں خسروؔ“
”محمد شمع محفل بود شب جاے کہ من بودم“

✲ ✲ ✲ ✲ ✲ ✲ ✲ ✲ ✲ ✲

غزل

● وارث ریاضی—— کاشانۂ ادب، سکٹا (دیوراج)، ڈاک خانہ بسوریا، مغربی چمپارن

زندگی دی ہے خدا نے کس قدر بہتر مجھے ❁ لطف آتا ہے مسلسل ٹھوکریں کھا کر مجھے
اس نے دکھلا کے طلسم ناز کا منظر مجھے ❁ کر دیا بے گانۂ دنیا و دیں یکسر مجھے
ہائے رے قسمت بہ جائے بادۂ کیف و نشاط ❁ بزم ساقی میں ملا ہے زہر کا ساغر مجھے
آپ کی ذرہ نوازی کا مری جاں شکریہ: ❁ واہ کیا احساں کیے ہیں رنج و غم دے کر مجھے
میں نے صحرا کو بسایا ہے انہیں کی یاد میں ❁ جانے کیوں وہ ڈھونڈتے ہیں شہر میں گھر گھر مجھے
اجنبی سے اجنبی کو دشمنی ہوتی ہے کم ❁ دشمن جاں آشنا آئے نظر اکثر مجھے
بے بسی کی زندگی تھی بال و پر جب کچھ نہ تھا ❁ بال و پر جب آ گئے صیاد کا ہے ڈر مجھے
اب تو اکثر بھول جاتا ہوں میں اپنا نام بھی ❁ ان کے غم کے سب فسانے ہیں مگر از بر مجھے

آج کل سب کو ہے وارثؔ مال و دولت کی ہوس
جس کو دیکھا وہ نظر آیا حریص زر مجھے

❋ ❋ ❋ ❋ ❋ ❋ ❋ ❋ ❋ ❋ ❋ ❋

کوائف وحالات

● ادارہ

راز و نیاز بلبل و گل ہم سے پوچھئے ❁ نرگس کی آنکھ بن کے رہے ہیں چمن میں ہم

کچھ اپنی............................کچھ دوسروں کی

دہشت گرد کون ہے؟

آج کی دنیا کا سب سے بڑا مسئلہ دہشت گردی ہے۔ پوری دنیا اور سارے ممالک اس سے پریشان ہیں اور اسے ساری پریشانیوں کی جڑ اور ناسور بتاتے ہیں لیکن وہ خود اس مرض میں مبتلا ہو کر بھی اسے بڑھاوا دیتے ہیں اور کسی نہ کسی شکل میں اس کے حمایتی اور ذمہ دار ہیں ــــ اور اس کی وجہ یہ ہے کہ آج تک اس لفظ کی صحیح تعریف بیان نہیں کی جا سکی۔ حالیہ دنوں میں اقوام متحدہ میں بھی دہشت گردی پر خوب گفتگو ہوئی لیکن نتیجہ کچھ نکلا نہیں۔ دہشت گردی آج بھی ایسا لفظ ہے جس کی کوئی تعریف نہیں کی جا سکی۔ ہاں اس کی قسمیں بنا دی گئی ہیں۔ پہلی قسم ہے انفرادی دہشت گردی اور دوسری قسم ہے اجتماعی، یعنی پورے ملک کی طرف سے کی گئی دہشت گردی۔ پہلے قسم کی دہشت گردی میں زیادہ تر ملزم پکڑا جاتا ہے اور اُسے سزا بھی ہو جاتی ہے جبکہ دوسرے قسم کی دہشت گردی میں کسی ملک پر انگلی تو اُٹھتی ہے لیکن پورے ملک یا اس کے سربراہ کو کوئی سزا نہیں دے سکتا۔ مثال کے طور پر افضل گرو پر دہشت گردی کا الزام لگا، مقدمہ ہوا اور اُسے پھانسی دے کر انجام تک پہنچا دیا گیا۔ اسی طرح سینکڑوں ہزاروں مسلمانوں پر مختلف بہانے سے دہشت گردی کا الزام لگا کر اُنہیں قید و بند کر کے ان کی زندگی برباد کر دی گئی۔ جبکہ خود حکومت کے اشارے پر کی گئی دہشت گردی میں ہزاروں مسلمان شہید کر دیے گئے لیکن حکومت پر کوئی الزام نہیں لگا ان پر کوئی مقدمہ نہیں ہوا۔ یہ تو اپنے ملک کی مثال ہے جہاں دہشت گردی کو بھی مذہب سے جوڑ دیا گیا ہے۔ اگر ملزم مسلمان ہے تو اسے سزا اور پھانسی اور اگر ہندو ہے تو وہ بے قصور اور گنگا جل کا دھلا پاک وصاف۔ ہمارے ملک میں دہشت گردی کی یہ عجیب وغریب اور بے تکی تشریح اور تعریف

ہے۔ساری دنیامیں دہشت گردی کے خلاف ہنگامہ کرنے اُسے جڑ سے اُکھاڑ پھینکنے اوراس کا صفایا کرنے کی سعی کرنے والا یہ پہلا ملک ہے۔ساتھ ہی دہشت گردی کو مذہب عنایت کرنے والا بھی یہ دنیا کا واحد ملک ہے۔ابھی حال میں مسلمان دہشت گردوں کو جیل رسید یا پھانسی اور تمام ہندو دہشت گردوں کو عدالتوں سے بری کروا دینے کی شرمناک مثالیں سامنے آئی ہیں۔یہی ہے ملکی یا حکومتی دہشت گردی جس پر پورے عزم کے ساتھ مودی سرکار عمل کر رہی ہے۔

دوسرا ملک جو شدت کے ساتھ دہشت گردی کے خلاف آواز اُٹھا رہا ہے وہ ہے امریکہ — امریکہ جس نے ساری دنیا خاص کر مسلم ممالک کو دہشت گردی کا شکار بنا رکھا ہے۔ایک کے بعد دیکھتے دیکھتے کتنے ہی مسلم ممالک تباہ و برباد کر دیے گئے اور لاکھوں مسلمان شہید ہو گئے۔روزانہ ایک نہ ایک مسلم ملک سرنگوں رہا ہے اور مسلمان تباہ ہو رہے ہیں۔یہ ہے امریکہ کی دہشت گردی لیکن اس کے خوف کا یہ عالم ہے کہ کوئی ملک اُسے دہشت گرد نہیں کہتا۔

دارالعلوم مجیبیہ میں انعامی مقابلہ وجلسہ دستار بندی :

دارالعلوم مجیبیہ خانقاہ، پھلواری شریف کے اکابر و اسلاف کی ایک عظیم یادگار ہے، جو ۱۱۲۵ھ سے اب تک علوم دینیہ کی ترویج و اشاعت میں ہمہ تن مصروف و منہمک ہے، اس مادر علمی نے ایسے ایسے ہزاروں فرزندان توحید و رسالت جنم دیئے ہیں جو اپنے آپ ایک عظیم درسگاہ کے حامل رہے ہیں، اس گہوارۂ علم و ادب میں طلبہ کی علمی و ادبی، تحریری وتقریری شوق و جذبہ کو بڑھانے کے لئے مختلف شعبہ جات ہیں، ان میں ”انجمن مصباح الطالبین جمعیۃ الطلبہ“ کو بھی نمایاں حیثیت حاصل رہی ہے، جس کی گوناگوں سرگرمیوں میں حصہ لے کر طلبہ اپنی صلاحیتوں کو پروان چڑھاتے ہیں اور اپنے اندر نعت و خطابت اور تحریر وتقریر کا بہترین ملکہ پیدا کرتے ہیں پھر سال کے آخر میں بشکل مسابقہ اپنی استعداد کا بھرپور مظاہرہ کرتے ہیں، جس میں اساتذۂ کرام کے علاوہ باہر سے بھی علماء وفضلاء کو صدارت و تحکیم کے لئے مدعو کیا جاتا ہے، جو اپنی علمی کاوشوں اور فنی تجربات سے طلبہ کی صلاحیتوں کا ثمرہ مرتب کرتے ہیں۔

حسب روایات سابقہ اس سال بھی عرس پنج پیراں کے حسین موقع پر زیب سجادۂ مجیبی جناب حضور الحاج مولانا سید شاہ محمد آیت اللہ قادری جعفری زینبی مدظلہ العالی کی سرپرستی میں مورخہ ۳/۴ رفروری ۲۰۱۹ء بروز اتوار و پیر عظیم و اعلیٰ پیمانہ پر قرأت، نعت شریف، خطابت اور مقالات کا دو روزہ عظیم الشان انعامی پروگرام منعقد ہوا، جو پانچ نشستوں پر مشتمل تھا، اس انعامی مسابقہ میں دارالعلوم مجیبیہ کے ۱۳۰ ر طلبہ نے حصہ لیا اور نہایت جوش و ولولہ کے ساتھ اپنے اپنے فن کا مظاہرہ کیا، ساتھ ہی درجہائے عربی کے طلبہ نے ”عقیدۂ حیات النبی ﷺ، غزوات النبی ﷺ اور عقیدۂ ختم نبوت کے مختلف عناوین پر اپنے اپنے مقالات بھی پیش کئے۔

۴رفروری بعد نمازظہر دارالعلوم مجیبیہ کے فارغین حفظ وقرأت کی دستار بندی وتقسیم اسناد کا عظیم الشان جلسہ نہایت تزک واحتشام کے ساتھ منعقد ہوا، جس میں ۱۴رحفاظ وقرا کو جناب حضور زیب سجادہ مدظلہ العالی کے مبارک ہاتھوں سے دستار فراغ اور اسناد سے نوازا گیا۔ بعدۂ حضرت مولانا سید شاہ ہلال احمد قادری مدظلہ العالی شیخ الحدیث وناظم اعلی دارالعلوم ہذا نے اپنے پُر مغز خطاب سے سامعین کو محظوظ کیا۔ اس جلسہ میں نظامت کے فرائض مولانا محمد سجاد حسین قادری مجیبی مدرس دارالعلوم ہذا نے انجام دیئے۔خوش نصیب فارغین طلبہ کے نام یہ ہیں :

(۱) محمد صبا ظفر ابن محمد محمود، سیوا ٹولی، پورنیہ (۲) محمد نجمی عالم ابن محمد عالم گیر، بھوجپور
(۳) محمد شائق انجم ابن ابوالکلام، کھریال، کٹیہار (۴) محمد گلزار ابن محمد جنید، بسوریا، سیتامڑھی
(۵) محمد شہباز علی ابن محمد سہراب علی، کیمور (۶) محمد مرتضیٰ ابن محمد غلام مصطفےٰ، روٹا، پورنیہ
(۷) محمد شہنواز امام ابن محمد شمشاد، خلیل پورہ، پھلواری شریف (۸) محمد افضل ابن محمد مظہر، بسوریا، سیتامڑھی
(۹) محمد شہباز عالم ابن محمد نوراسلام، کھریال، کٹیہار (۱۰) حفیظ احمد ابن فصیح احمد، بھوجپور
(۱۱) غلام یزدانی ابن محمد قاسم، ڈھواباڑی، پورنیہ (۱۲) محمد فیض الرحمن ابن محمد صلاح الدین، سمری بختیار پور، سہرسہ
(۱۳) محمد احسان عالم ابن محمد آفاق عالم، ڈھواباڑی، پورنیہ (۱۴) محمد افروز عالم ابن محمد سمیع، نیاٹولہ، پھلواری شریف

انعامی مقابلہ کی تفصیل حسب ذیل ہے :

سب سے پہلا مقابلہ قرأت ونعت شریف کا قاری محمد منصف نعمانی مہتمم دارالعلوم مجیبیہ کے زیر صدارت منعقد ہوا، جس میں حافظ ظل کبریا صدیقی وقاری عبدالمنعم مجیبی نے تحکیم وفیصل کے فرائض انجام دیئے اور محمد علی اصغر درجہ عربی ہفتم نے نظامت کی، مسابقۂ قرأت میں شامل ہونے والے تمام طلبہ نے اچھوتے انداز میں تلاوت کلام الٰہی پیش کی، سامعین وحاضرین نے رغبت اور خوشی کے ساتھ سب کی تلاوتوں کو سماعت کیا، ان میں سے پوزیشن حاصل کرنے والے طلبہ درج ذیل ہیں :

☆ تحسین احمد (اول)، محمد ریاض احمد ونافع احمد (دوم)، محمد شہنواز امام (سوم)

مسابقۂ نعت شریف دوگروپ پر مشتمل تھا، گروپ (الف) میں ۱۶ر اور گروپ (ب) میں ۱۴رطلبہ کے نام شامل ہیں، سب نے حسین ودلکش انداز میں نعت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کے خوبصورت گلدستے پیش کئے اور حاضرین نے خوب داد وتحسین سے نوازا۔ پوزیشن لانے والے طلبہ کے نام حسب ذیل ہیں :

☆ گروپ (الف)ــــ تحسین احمد (اول)، غلام یزدانی (دوم)، مختار احمد (سوم)

☆ گروپ (ب)ــــ محمد معظم صدیقی (اول)، محمد ریاض اشرف (دوم)، محمد امان (سوم)

دوسرا مقابلہ خطابت کا زیر صدارت حضرت مولانا سید شاہ محمد منہاج الدین مجیبی منعقد ہوا، اس میں بھی دوگروپ تھے،

گروپ (الف) کے طلبہ نے ’’اصلاح معاشرہ‘‘ کے عنوان پر، گروپ (ب) کے طلبہ نے ’’سیرۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم‘‘ کے مختلف پہلوؤں پر فکر انگیز اور معلومات افزا تقریریں کیں، جنہیں حاضرین نے بڑے غور و توجہ اور ذوق وشوق سے سماعت کیا اور طلبہ کی حوصلہ افزائی بھی کی، اس مسابقہ میں مولانا سید محمد محفوظ الباری مولانا و حافظ محمد نعیم الدین مجیبی نے تحکیم و فیصل کے فرائض انجام دیئے، نظامت کی خدمت محمد شہزاد علی درجۂ عربی ہفتم نے انجام دی، پوزیشن لانے والے طلبہ کے نام درج ذیل ہیں :

☆ گروپ (الف)ــــ محمد معظم صدیقی (اول) محمد محسن (دوم) محمد شوکت (سوم)

☆ گروپ (ب)ــــ تحسین احمد (اول) علی اصغر (دوم)، شاہ جمال، محمد انضمام (سوم)

تیسرا اور آخری مقابلہ مقالہ نگاری و مقالہ خوانی کا تھا جس میں حضرت مولانا سید شاہ مشہود احمد قادری ندوی صدارت و تحکیم، مولانا سید محمد محفوظ الباری اور مفتی محمد اسلم امانی فیصل کے عہدے پر فائز رہے اور نظامت کا عہدہ محمد شاہ جمال درجہ عربی پنجم نے سنبھالا، اس میں درجہائے عربی کے لائق و فائق طلبہ نے اپنے اپنے انداز میں مقالے تیار کرکے مجمع عام میں پیش کرنے کی جسارت کی، انداز نگارش، مواد کی فراہمی اور اسلوب بیان کو تمام حاضرین بالخصوص علماء کرام نے قدر کی نگاہوں سے دیکھا اور ان کی کاوشوں کو داد وتحسین سے نوازا۔ اس میں درج ذیل طلبہ پوزیشن کے مستحق ہوئے :

☆ گروپ (الف)ــــ صاحب زادۂ گرامی سید محمد یمین اللہ قادری (اول) محمد فیروز عالم (دوم) محمد ریاض اشرف وغلام یزدانی، (سوم) محمد ناصر (چہارم)

☆ گروپ (ب)ــــ محمد شاہ جمال (اول) محمد شہزاد علی (دوم) محمد اصغر علی (سوم)۔

۲۸؍ جمادی الاولیٰ بروز پیر بعد نماز مغرب تا عشا اختتامی جلسہ زیر صدارت حضرت الحاج مولانا سید شاہ ہلال احمد قادری مدظلہ العالی انعقاد پذیر ہوا، جس میں علمائے کرام اور زائرین عرس پنج پیراں کے علاوہ مقامی لوگوں کا خاصہ ازدحام رہا، اس میں علماء کرام اور منتخب طلبہ کے بیانات کے بعد تقسیم انعامات کا پُر کیف منظر سامنے آیا، اور قاری محمد رمضان علی مجیبی مدرس دارالعلوم ہذا کے اعلان پر پوزیشن حاصل کرنے والے طلبہ کو حسب لیاقت خصوصی انعام باقی تمام شرکاء مسابقہ کو عمومی انعام سے نوازا گیا، پھر صدر محترم کے پُر مغز، نصیحت آمیز بیان اور رقت انگیز دعاء کے بعد تمام تر کامیابیوں کے ساتھ یہ مقابلہ اختتام کو پہنچا، اس نشست کی نظامت کے فرائض مولانا حافظ محمد نعیم الدین مجیبی نے انجام دیئے، سبھی پروگرام میں دارالعلوم مجیبیہ کے تمام اساتذۂ کرام پیش پیش رہے۔

۲۸؍ جمادی الاولیٰ بعد نماز عصر عرس پنج پیراں کا آغاز چادر پوشی سے ہوا، جس میں جناب حضور زیب سجادہ مدظلہ العالی کے مقدس ہاتھوں سے محی الملۃ والدین حضرت مولانا سید شاہ محمد محی الدین قادری پھلواروی، امان المستجیرین حضرت مولانا سید شاہ محمد امان اللہ قادری اور رضوان من اللہ رب العالمین حضرت مولانا سید شاہ محمد رضوان اللہ قادری پھلواروی قدست اسرارہم کے

مزارات پرُ انوار پر چادر ہائے مبارکہ پیش کی گئیں، پھر بعد نماز عشاء تینوں بزرگوں کا قل ہوا، بعدۂ مجلس سماع رات ساڑھے گیارہ بجے تک، پھر ۲۹؍جمادی الاولیٰ صبح ساڑھے دس بجے سے ساڑھے بارہ بجے دن تک محفل سماع منعقد ہوئی، اور اس کے فوراً بعد انہیں بزرگوں کا آخری قل ہوا۔

۲۹؍جمادی الاولیٰ بعد نماز عصر جناب حضور زیب سجادہ مدظلہ العالی کے مبارک ہاتھوں سے قمر طلعت حضرت مولانا سید شاہ محمد قمر الدین قادری اور امام المتقین حضرت مولانا سید شاہ محمد نظام الدین قادری قدس سرہما کے مزارات مقدسہ پر چادریں پیش کی گئیں اور نماز عشا کے بعد ان دونوں بزرگوں کے ایصال ثواب کے لیے قل کا اہتمام ہوا، بعدۂ مجلس سماع پر عرس پنج پیراں اختتام پذیر ہوا۔

اس عرس میں باہر سے آنے والے مہمانوں کا اچھا خاصہ ازدحام ہوتا ہے، اس سال بھی بہار، یوپی، بنگال کے علاوہ اڑیسہ اور ملک کے دیگر صوبوں سے زائرین کی آمد ہوئی، دیگر اعراس کی طرح اس عرس میں بھی واردین وصادرین کے قیام و طعام کا حسن انتظام جناب حضور زیب سجادہ مدظلہ العالی کی طرف سے رہا۔

دارالعلوم مجیبیہ میں سالانہ امتحان اور تعطیل کلاں :

دارالعلوم مجیبیہ میں ۳؍شعبان المعظم سے ۱۲؍شعبان المعظم تک سالانہ امتحانات منعقد ہوئے۔ حضرت مولانا سید شاہ مشہود احمد قادری ندوی پرنسپل مدرسہ اسلامیہ شمس الہدیٰ پٹنہ و مولانا خواجہ عبد الباری سابق پرنسپل مدرسہ اسلامیہ شمس الہدیٰ پٹنہ کے زیر نگرانی درجہائے عربی و فارسی اور حافظ محمد ظل کبریا صدیقی و مولانا حافظ محمد مظہر کبریا صدیقی صاحبزادہ پروفیسر حافظ فضل کبریا صدیقی سابق صدر شعبۂ عربی پٹنہ یونیورسٹی کے زیر نگرانی درجات حفظ وقرأت کے امتحانات بحسن وخوبی انجام پائے۔ اس کے بعد دارالعلوم مجیبیہ رمضان المبارک کی طویل چھٹی میں ۱۱؍شوال المکرم تک بند کر دیا گیا۔ مقامی طلبہ کے لئے درس وتدریس کا سلسلہ ۱۹؍رمضان المبارک تک جاری رہے گا۔ ۱۲؍شوال المکرم سے تعلیم وتدریس کا سلسلہ شروع ہو جائے گا۔ مقامی و بیرونی طلبہ کا داخلہ ۳۰؍شوال المکرم تک جاری رہے گا۔

✲ ✲ ✲ ✲ ✲ ✲ ✲ ✲ ✲ ✲ ✲

سہ ماہی
المجیب
میں اشتہارات دے کر اپنی تجارت کو فروغ دیں

دارالعلوم مجیبیہ خانقاہ پھلواری شریف پٹنہ (بہار)

DARUL ULOOM MOJIBIA KHANQUAH

Phulwari Sharif, Patna-801505, Bihar (INDIA) Mob.: +91-9572860252, 7717792508

دارالعلوم مجیبیہ، پھلواری شریف کے اکابر بزرگوں اور اولیاء اللہ کی یادگار اور ہندوستان کی قدیم درسگاہ ہے۔ اس کی علمی خدمات تین صدیوں پر پھیلی ہوئی ہے۔ یہ دارالعلوم اپنے سن قیام ۱۱۲۵ھ سے لے کر آج تک تواتر و تسلسل کے ساتھ علوم اسلامی کی ترویج و اشاعت میں لگا ہوا ہے اور الحمدللہ کسی دور میں تعلیم و تدریس کا سلسلہ موقوف نہیں ہوا۔ ابتدائی فارسی درجات سے لے کر عربی کے آخری درجات، دورۂ حدیث تک یہاں تعلیم دی جاتی ہے— اور قرآن کریم کے حفظ و قرآت کی تعلیم معیاری طریقے پر ہوتی ہے۔ بچوں کے لئے اردو، ناظرۂ قرآن اور عصری تعلیم کا بھی انتظام ہے۔ تمام بیرونی طلبہ کے لئے قیام و طعام، کتابیں اور دیگر سہولیات کا اہتمام دارالعلوم مجیبیہ کی طرف سے مفت کیا جاتا ہے۔

اسلئے اہل خیر حضرات سے دردمندانہ اپیل ہے کہ صدقات، زکوٰۃ، عطیات اور دیگر مواقع پر دارالعلوم مجیبیہ کو فراموش نہ کریں۔ مالی امداد پہنچا کر عنداللہ ماجور و مثاب ہوں۔ یہ قدیم درس گاہ آپ کے تعاون کی مستحق ہے۔

چیک یا ڈرافٹ پر صرف "DARUL ULOOM MOJIBIA" لکھیں

ISSN 2320-8600 The ALMOJIB Quarterly
Vol.No. :59
April, May & June 2019
Sl.No. : 02
The only most widely circulated Urdu Quarterly of Bihar
Darul Esha'at Khanquah Mujeebia, Phulwari Sharif, Patna - 801505 Bihar (INDIA)
Ph. No. (0612) 2555572, Telefax : 2555305, Mob. No. +91-9006306098, E-mail : almujeebquarterly@gmail.com

EMAD PHYSIOTHERAPY CLINICS

Enjoy The Freedom Again

Aman Hospital Complex, Ali Nagar Colony, Anisabad, Patna-2

Contact US : 8521800452/9082460065
E-mail : emadphysiotherapyclinics@gmail.com
Website : **www.emadphysiotherapyclinics.com**

At EMAD PHYSIOTHERAPY CLINICS we treat Conditions like Muscles Spasm spondylitis, Neck Pain, Back Pain, Frozen Shoulder, Knee Pain, Arthritis, Sprain, Strain, Cerebral Palsy, Stroke, Bell's Palsy, Parkinson's, Multiple Scelerosis, Sports Injuries, Post Plaster Complication, Specially Foot Problem like Diabetic Foot, Arch Problem, Neuropathy etc with **Advance and Computerized Machines and Modern Techniques of Exercise, Manipulation & Moblization By Qualified & Experienced PHYSIOTHERAPISTS.**
We have an advance form of electrotherapy modalities like LASER, LONGWAVE, SHOCKWAVE, IFT, TENS, SHORTWAVE, DVT PUMP & advanced form of Exercise Modalities.

Friday Close

Sunday Open

Time : 09:00 am to 09:00 pm

Home Visit Available

Published by **Mohd. Minhajuddin Mujeebi** on behalf of Darul Esha'at Khanquah Mujeebia,
Editor : Dr. Shah Fatahullah Quadri, Printed at Taj Offset Press, Daryapur, Patna-800004
and Published at Darul Esha'at Khanquah Mujeebia, Phulwari Sharif, Patna-801505, Bihar (INDIA)